بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ یٰسٓ (36)

آیت نمبر 1 تا 12

ق م ح

(ن)	قُمُوْحًا	اونٹ کا سیراب ہوکر پینے سے رک جانا اور حوض سے سر اونچا کرنا۔
(افعال)	اِقْمَاحًا	اونٹ کا سر اونچا کرکے پیچھے سے باندھ دینا۔ گردن اکڑا دینا۔
	مُقْمَحٌ	اسم المفعول ہے۔ سر باندھا ہوا۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۸۔

ترجمہ:

یٰسٓ ۚ ①	وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِيْمِ ②	اِنَّكَ	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ③
۔	اس حکمت والے قرآن کی قسم ہے	بیشک آپؐ	یقیناً بھیجے ہوؤں میں سے ہیں

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ④	تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ⑤	لِتُنْذِرَ قَوْمًا
ایک سیدھے راستے پر	اُس رحیم بالادست کا نازل کرنا ہوتے ہوئے	تاکہ آپؐ خبردار کریں ایک ایسی قوم کو

مَّآ اُنْذِرَ	اٰبَآؤُهُمْ	فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ⑥	لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ
خبردار نہیں کیا گیا	جن کے آباؤ اجداد کو	تو وہ لوگ غافل ہیں	بیشک ثابت ہوچکی وہ بات

عَلٰٓى اَكْثَرِهِمْ	فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑦	اِنَّا جَعَلْنَا	فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ	اَغْلٰلًا
ان کے اکثر پر	تو وہ لوگ ایمان نہیں لائیں گے	بیشک ہم نے بنائے	ان کی گردنوں میں	کچھ طوق

فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ	فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ⑧	وَجَعَلْنَا مِنْۢ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ
پھر وہ (طوق) ٹھوڑیوں تک ہیں	تو وہ لوگ گردن جکڑا دیئے ہوئے ہیں	اور ہم نے بنائی ان کے سامنے سے

سَدًّا	وَّمِنْ خَلْفِهِمْ	سَدًّا	فَاَغْشَيْنٰهُمْ	فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ⑨
ایک آڑ	اور ان کے پیچھے سے	ایک آڑ	پھر ہم نے ڈھانپ دیا ان کو	تو وہ لوگ بصیرت نہیں رکھتے

وَسَوَآءٌ عَلَيْهِمْ	ءَ	اَنْذَرْتَهُمْ	اَمْ	لَمْ تُنْذِرْهُمْ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑩
اور برابر ہے ان پر	خواہ	آپؐ خبردار کریں ان کو	یا	آپؐ خبردار نہ کریں ان کو	تو وہ لوگ بصیرت نہیں رکھتے

اِنَّمَا تُنْذِرُ	مَنِ	اتَّبَعَ	الذِّكْرَ	وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ	بِالْغَيْبِ ۚ
آپؐ کو بس خبردار کرتے ہیں	اس کو جس نے	پیروی کی	اس یاددہانی (قرآن) کی	اور جو ڈرا رحمان سے	بن دیکھے

فَبَشِّرْهُ	بِمَغْفِرَةٍ	وَّاَجْرٍ كَرِيْمٍ ⑪	اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ	الْمَوْتٰى	وَنَكْتُبُ
تو آپؐ بشارت دیں اس کو	مغفرت کی	اور باعزت اجر کی	بیشک ہم ہی زندہ کرتے ہیں	مردوں کو	اور ہم لکھتے ہیں

مَا قَدَّمُوْا	وَاٰثَارَهُمْ	وَكُلَّ شَيْءٍ	اَحْصَيْنٰهُ	فِيْٓ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ⑫
جوانہوں نے آگے بھیجا	اوران کے نقوشِ قدم پر	اور ہر چیز!	ہم نے مکمل شمار کیا اس کو	ایک واضح ریکارڈ میں

نوٹ۔1

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سورہ یٰسین قرآن کا دل ہے۔امام غزالیؒ نے فرمایا کہ سورہ یٰسین کو قرآن کا دل فرمانے کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ اس سورہ میں قیامت اور حشر ونشر کے مضامین خاص تفصیل اور بلاغت کے ساتھ آئے ہیں اور اصول ایمان میں سے عقیدہ آخرت وہ چیز ہے جس پر انسان کے اعمال کی صحت موقوف ہے۔خوفِ آخرت ہی انسان کو عمل صالح کے لئے مستعد کرتا ہے اور وہی اس کو ناجائز خواہشات اور حرام سے روکتا ہے۔جس طرح بدن کی صحت قلب کی صحت پر موقوف ہے اسی طرح ایمان کی صحت آخرت پر موقوف ہے۔(معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔12۔سے معلوم ہوا کہ انسان کا نامہ اعمال تین قسم کے اندراجات پر مشتمل ہے۔ایک یہ کہ ہر شخص جو کچھ بھی اچھا یا برا عمل کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے دفتر میں لکھ لیا جاتا ہے۔دوسرے اپنے گردوپیش کی اشیاء اور خود اپنے جسم کے اعضاء پر جو نقوش انسان مرتسم کرتا ہے وہ سب کے سب ثبت ہوجاتے ہیں اور یہ سارے نقوش ایک وقت اس طرح ابھر آئیں گے کہ اس کی اپنی آواز سنی جائے گی، اس کے اپنے خیالات، نیتوں اور ارادوں کی پوری داستان اس لوح ذہن پر لکھی نظر آئے گی اور اس کی تمام حرکات و سکنات کی تصویریں سامنے آجائیں گی۔تیسرے اپنے مرنے کے بعد اپنی آئندہ نسل پر، اپنے معاشرے پر اور پوری انسانیت پر اپنے اچھے اور برے اعمال کے جو اثرات وہ چھوڑ گیا ہے، وہ جس وقت تک اور جہاں جہاں تک کارفرما رہیں گے وہ سب اس کے حساب میں لکھے جاتے رہیں گے۔(تفہیم القرآن)

اس آیت کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے کوئی اچھا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی ثواب ملے گا اور جتنے آدمی اس طریقہ پر عمل کریں گے اسکا بھی ثواب اس کو ملے گا بغیر اس کے کہ ان عمل کرنے والوں کے ثواب میں کوئی کمی ہو۔اور جس نے کوئی برا طریقہ جاری کیا تو اس کو اس کا بھی گناہ ہوگا اور جتنے آدمی اس برے طریقے پر عمل کرتے رہیں گے، ان کا گناہ بھی اس کو ہوتا رہے گا بغیر اس کے کہ عمل کرنے والے کے گناہوں میں کوئی کمی ہو۔(معارف القرآن)

آیت نمبر (13 تا 19)

ترجمہ:

وَاضْرِبْ لَهُمْ	مَّثَلًا	اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ	اِذْ جَآءَهَا	الْمُرْسَلُوْنَ ⑬
اور آپؐ بیان کریں ان کے لئے	ایک مثال	جو اُس بستی والوں کی ہے	جب آئے اس (بستی) میں	بھیجے ہوئے (رسول)
اِذْ اَرْسَلْنَآ	اِلَيْهِمُ	اثْنَيْنِ	فَكَذَّبُوْهُمَا	فَعَزَّزْنَا
جب ہم نے بھیجا	ان کی طرف	دو (رسولوں) کو	تو انہوں نے جھٹلایا دونوں کو	تو ہم نے (ان کو) تقویت دی
بِثَالِثٍ	فَقَالُوْٓا	اِنَّآ اِلَيْكُمْ	مُّرْسَلُوْنَ ⑭	قَالُوْا
ایک تیسرے (رسول) سے	تو انہوں نے کہا	کہ ہم تمہاری طرف	بھیجے ہوئے ہیں	ان لوگوں نے کہا
مَآ اَنْتُمْ	اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا	وَمَآ اَنْزَلَ	الرَّحْمٰنُ	مِنْ شَيْءٍ
تم لوگ نہیں ہو	مگر بشر ہمارے جیسے	اور نہیں اتاری	رحمان نے	کوئی بھی چیز

اِنْ اَنْتُمْ	اِلَّا تَكْذِبُوْنَ ⑮	قَالُوْا	رَبُّنَا يَعْلَمُ	اِنَّآ اِلَيْكُمْ
تم لوگ نہیں ہو	سوائے اس کے کہ تم لوگ جھوٹ کہتے ہو	انہوں نے کہا	ہمارا رب جانتا ہے	کہ ہم تمہاری طرف
لَمُرْسَلُوْنَ ⑯	وَمَا عَلَيْنَآ	اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ⑰	قَالُوْٓا	اِنَّا تَطَيَّرْنَا
یقیناً بھیجے ہوئے ہیں	اور ہم (کوئی ذمہ داری) نہیں ہے	سوائے واضح طور پر پہنچا دینے کے	ان لوگوں نے کہا	کہ ہم منحوس سمجھتے ہیں
بِكُمْ ۚ	لَئِنْ	لَّمْ تَنْتَهُوْا	لَنَرْجُمَنَّكُمْ	وَلَيَمَسَّنَّكُمْ
تم لوگوں کو	بیشک اگر	تم باز نہ آئے	تو ہم لازماً سنگسار کریں گے تم سب کو	اور لازماً چھوئے گا تم کو
مِّنَّا	عَذَابٌ اَلِيْمٌ ⑱	قَالُوْا	طَآئِرُكُمْ	مَّعَكُمْ ۭ
ہم سے	ایک دردناک عذاب	انہوں نے کہا	تمہاری نحوست	تمہارے ساتھ ہے

اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ۭ	بَلْ اَنْتُمْ	قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ⑲
کیا اگر یاددہانی کرائی جائے تم کو (تب بھی)	بلکہ تم لوگ	حد سے تجاوز کرنے والی قوم ہو

نوٹ۔1

قدیم مفسرین بالعموم اس طرف گئے ہیں کہ آیت۔13۔ میں القریہ سے مراد شام کا شہر انطاکیہ ہے اور جن رسولوں کا ذکر ہے انہیں حضرت عیسیٰؑ نے تبلیغ کے لئے بھیجا تھا، لیکن یہ سارا قصہ عیسائیوں کی غیر مستند روایات سے اخذ کیا گیا ہے اور تاریخی حیثیت سے بالکل بے بنیاد ہے۔ (تفہیم القرآن)

سہل اور بے غبار بات وہی ہے جسے مولانا تھانویؒ نے بیان القرآن میں اختیار فرمایا ہے کہ ان آیات کا مضمون سمجھنے کے لئے اس بستی کا تعین ضروری نہیں ہے۔ اور قرآن کریم نے اس کو مبہم رکھا ہے تو ضرورت ہی کیا ہے اس کے تعین پر اتنا زور خرچ کیا جائے۔ سلف صالحین کا ارشاد ہے کہ جس چیز کو اللہ نے مبہم رکھا ہے تم بھی اسے مبہم ہی رہنے دو۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (20 تا 32)

ترکیب

(آیت۔22) مَالِيَ دراصل مَالِيَ ہے۔ اس کو اگر مَالِيَ ہی پڑھیں تو اس پر وقف آجاتا ہے اور یہ اگلی عبارت لَآ اَعْبُدُ سے منفصل ہو جاتا ہے۔ ایسی صورت میں معنی ہو جاتے ہیں ''مجھے کیا ہے! میں عبادت نہیں کرتا یا نہیں کروں گا''۔ لیکن اس کو اگر لَآ اَعْبُدُ سے متصل مانیں تو پھر اسے وقف کے بغیر پڑھنا ہوگا اور ایسی صورت میں معنی ہوں گے ''مجھے کیا ہے کہ میں عبادت نہ کروں''۔ یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ یہاں اس کو وقف کے بغیر پڑھنا ہے اسے مَالِيَ کے بجائے مَالِيَ پڑھتے ہیں۔

(آیت۔23) فعل مضارع يُرِدْنِ حرف شرط اِنْ کی وجہ سے مجزوم ہو کر يُرِدْ آیا ہے۔ اس کے آگے نون وقایہ ہے یعنی نِ دراصل ضمیر مفعولی نِيْ ہے جس کی ی گری ہوئی ہے۔ جبکہ لَا تُغْنِ میں نون وقایہ نہیں ہے بلکہ یہ مادے کی نون ہے۔ یہ دراصل فعل مضارع لَا تُغْنِيْ ہے۔ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مجزوم ہوا ہے تو ی گر گئی ہے۔ لیکن لَا يُنْقِذُوْنَ میں بھی نون وقایہ ہے۔ یہ دراصل لَا يُنْقِذُوْنَنِيْ ہے۔ جواب شرط ہونے کی وجہ سے مضارع کا نون اعرابی گرا ہوا ہے اور ضمیر مفعولی کی ی گری ہوئی ہے۔

ترجمہ:

وَجَآءَ مِنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ	رَجُلٌ يَّسْعٰى	قَالَ يٰقَوْمِ	اتَّبِعُوا	الْمُرْسَلِيْنَ ۙ﴿۲۰﴾
اور آیا شہر کے زیادہ دور سے	ایک شخص دوڑتا ہوا	اس نے کہا اے میری قوم	تم لوگ پیروی کرو	بھیجے ہوؤں کی

اتَّبِعُوْا مَنْ	لَّا يَسْــَٔلُكُمْ	اَجْرًا	وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۲۱﴾
پیروی کروان کی جو	نہیں مانگتے تم سے	کوئی اُجرت	اور وہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں

وَمَا لِيَ	لَآ اَعْبُدُ	الَّذِيْ	فَطَرَنِيْ	وَاِلَيْهِ	تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۲﴾
اور مجھے کیا ہے کہ	میں بندگی نہ کروں	اس کی جس نے	وجود بخشا مجھ کو	اور اس کی طرف ہی	تم سب لوٹائے جاؤ گے

ءَاَتَّخِذُ	مِنْ دُوْنِهٖٓ	اٰلِهَةً	اِنْ يُّرِدْنِ	الرَّحْمٰنُ	بِضُرٍّ
کیا میں بناؤں	اس کے سوا	کچھ ایسے الٰہ	(کہ) اگر ارادہ کرے میرے بارے میں	رحمان	کسی تکلیف کا

لَّا تُغْنِ عَنِّيْ	شَفَاعَتُهُمْ	شَيْــًٔا	وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ﴿۲۳﴾	اِنِّيْٓ اِذًا
تو کام نہ آئے گی میرے	ان کی شفاعت	کچھ بھی	اور نہ وہ بچائیں گے مجھ کو	بیشک میں تب تو

لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۲۴﴾	اِنِّيْٓ اٰمَنْتُ	بِرَبِّكُمْ	فَاسْمَعُوْنِ ﴿۲۵﴾	قِيْلَ
یقیناً کھلی گمراہی میں ہوں	بیشک میں ایمان لایا	تم لوگوں کے رب پر	تو تم سب سن لو مجھ سے	اس سے کہا گیا

ادْخُلِ الْجَنَّةَ	قَالَ يٰلَيْتَ	قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۶﴾	بِمَا
تو داخل ہو جنت میں	اس نے کہا اے کاش	میری قوم جانتی ہوتی	اس کو جس سبب سے

غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ	وَجَعَلَنِيْ	مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ ﴿۲۷﴾	وَمَآ اَنْزَلْنَا	عَلٰى قَوْمِهٖ
بخشا مجھ کو میرے رب نے	اور اس نے بنایا مجھ کو	عزت دیئے ہوؤں میں سے	اور ہم نے نہیں اتارا	اس کی قوم پر

مِنْ بَعْدِهٖ	مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ	وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ ﴿۲۸﴾	اِنْ كَانَتْ
اس کے بعد	کوئی بھی لشکر آسمان سے	اور نہ ہم اتارنے والے تھے	وہ نہیں تھی

اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً	فَاِذَا	هُمْ خٰمِدُوْنَ ﴿۲۹﴾	يٰحَسْرَةً	عَلَى الْعِبَادِ ۚ
مگر ایک (ہی) چنگھاڑ	تو جب ہی	وہ سب بجھنے والے ہو گئے	(کہا گیا) ہائے افسوس	ان بندوں پر

مَا يَاْتِيْهِمْ	مِّنْ رَّسُوْلٍ	اِلَّا	كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۳۰﴾	اَلَمْ يَرَوْا
نہیں پہنچا ان کے پاس	کوئی بھی رسول	مگر	وہ لوگ اس سے مذاق کرتے تھے	کیا انہوں نے دیکھا ہی نہیں

كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ	مِّنَ الْقُرُوْنِ	اَنَّهُمْ	اِلَيْهِمْ	لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۳۱﴾
ہم نے کتنی ہی ہلاک کیں ان سے پہلے	قوموں میں سے	کہ وہ (قومیں)	ان کی طرف	لوٹیں گی نہیں

وَاِنْ كُلٌّ	لَّمَّا جَمِيْعٌ	1575 لَّدَيْنَا مُحْضَرُوْنَ ﴿٣٢﴾
اور بیشک ہر ایک	یقیناً سب کے سب	ہمارے پاس حاضر کئے جانے والے ہیں

نوٹ۔1

آیات۔26۔27۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو قتل کر دیا گیا اور شہادت نصیب ہوتے ہی اسے جنت کی بشارت دے دی گئی۔ جن لوگوں نے اسے قتل کیا تھا ان کے خلاف کوئی جذبہ انتقام اس کے دل میں نہ تھا۔ اس کے بجائے وہ اب بھی ان کی خیر خواہی کر رہا تھا۔ مرنے کے بعد اس کے دل میں اگر کوئی تمنا پیدا ہوئی تو وہ بس یہ تھی کہ کاش میری قوم میرے اس نیک انجام سے باخبر ہو جائے اور راہِ راست اختیار کر لے، وہ شریف انسان اپنے قاتلوں کے لئے بھی جہنم نہ چاہتا تھا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ وہ ایمان لاکر جنت کے مستحق بنیں۔ اسی کی تعریف کرتے ہوئے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ ’’اس شخص نے جیتے جی بھی اپنی قوم کی خیر خواہی کی اور مر کر بھی۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

یہ آیت بھی منجملہ ان آیات کے ہے جن سے حیاتِ برزخ کا ثبوت ملتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرنے کے بعد سے قیامت تک کا زمانہ خالص عدم اور کامل نیستی کا زمانہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض کم علم لوگ گمان کرتے ہیں، بلکہ اس زمانہ میں جسم کے بغیر روح زندہ رہتی ہے، کلام کرتی ہے اور کلام سنتی ہے، جذبات واحساسات رکھتی ہے، خوشی اور غم محسوس کرتی ہے اور اہل دنیا کے ساتھ بھی اس کی دلچسپیاں باقی رہتی ہیں۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (33 تا 40)

ترجمہ:

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ	الْاَرْضُ الْمَيْتَةُ ۚۖ	اَحْيَيْنٰهَا	وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا
اور ایک نشانی ہے ان کے لئے	یہ مردہ زمین	ہم نے زندہ کیا اس کو	اور ہم نے نکالا اس میں سے

حَبًّا	فَمِنْهُ يَاْكُلُوْنَ ﴿٣٣﴾	وَجَعَلْنَا فِيْهَا	جَنّٰتٍ	مِّنْ نَّخِيْلٍ	وَّاَعْنَابٍ
دانے (اناج)	تو اس میں سے یہ لوگ کھاتے ہیں	اور ہم نے بنائے ان میں	کچھ باغات	جیسے کھجور کے	اور انگور کے

وَّفَجَّرْنَا فِيْهَا	مِنَ الْعُيُوْنِ ﴿٣٤﴾ لا	لِيَاْكُلُوْا	مِنْ ثَمَرِهٖ لا	وَ	مَا عَمِلَتْهُ
اور ہم نے جاری کئے اس میں	چشموں میں سے	تاکہ یہ لوگ کھائیں	اس کے پھل میں سے	حالانکہ	عمل نہیں کیا اس کا

اَيْدِيْهِمْ ط	اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٥﴾	سُبْحٰنَ الَّذِيْ	خَلَقَ الْاَزْوَاجَ
ان کے ہاتھوں نے	تو کیا پھر (بھی) شکر نہیں کریں گے	پاکیزگی اس کی ہے جس نے	پیدا کیا جوڑوں کو

كُلَّهَا	مِمَّا	تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ	وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ	وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٦﴾
ان کے ہر ایک کو	اس میں سے جو	اُگاتی ہے زمین	اور ان کی جانوں میں سے	اور اس میں سے جو یہ لوگ نہیں جانتے

وَاٰيَةٌ لَّهُمُ	الَّيْلُ ۚۖ	نَسْلَخُ	مِنْهُ النَّهَارَ	فَاِذَا هُمْ	مُّظْلِمُوْنَ ﴿٣٧﴾ لا
اور ایک نشانی ہے ان کے لئے	رات	ہم کھینچ لیتے ہیں	اس میں سے دن کو	تو جب ہی وہ لوگ	اندھیرے میں ہونے والے ہیں

وَالشَّمۡسُ	تَجۡرِیۡ	لِمُسۡتَقَرٍّ لَّهَا ؕ	ذٰلِكَ تَقۡدِیۡرُ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ﴿۳۸﴾
اور سورج	وہ رواں ہے	اپنے ٹھہرنے کی جگہ کے لئے	یہ علم والے بالا دست کا طے شدہ امر ہے

وَالۡقَمَرَ	قَدَّرۡنٰهُ	مَنَازِلَ	حَتّٰی عَادَ	كَالۡعُرۡجُوۡنِ الۡقَدِیۡمِ ﴿۳۹﴾
اور چاند	ہم نے مقرر کیں اس کی	منزلیں	یہاں تک کہ وہ پھر سے ہو جائے	پرانی ٹہنی کی مانند

لَا الشَّمۡسُ	یَنۡۢبَغِیۡ لَهَاۤ	اَنۡ تُدۡرِكَ	الۡقَمَرَ	وَلَا الَّیۡلُ
یہ سورج ہے	(کہ) شایانِ شان ہو اس کے لئے	کہ وہ آن پکڑے	چاند کو	اور نہ رات ہے

سَابِقُ النَّهَارِ ؕ	وَكُلٌّ فِیۡ فَلَكٍ	یَّسۡبَحُوۡنَ ﴿۴۰﴾
دن کے آگے نکلنے والی	اور سب کسی مدار میں	تیرتے ہیں

نوٹ۔1

آیت۔35۔ میں وَمَا عَمِلَتۡهُ اَیۡدِیۡهِمۡ کے جملے نے غافل انسان کو متنبہ کیا ہے کہ ذرا اپنے کام اور محنت پر غور کر کہ تیرا کام اس باغ و بہار میں اس کے سوا کیا ہے کہ تو نے زمین میں بیج ڈال دیا اس، اس پر پانی ڈال دیا، زمین کو نرم کر دیا کہ کونپل نکلنے میں رکاوٹ نہ ہو، مگر اس بیج میں سے درخت اگانا، درخت پر پتے اور شاخیں نکالنا، پھر اس پر طرح طرح کے پھل پیدا کرنا، ان سب چیزوں میں تیرا کیا دخل ہے۔ یہ تو خالص قادرِ مطلق کا ہی فعل ہے۔ اس لئے تیرا فرض ہے کہ ان چیزوں سے فائدہ اٹھاتے وقت اس کے خالق و مالک کو فراموش نہ کرے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔38۔ میں مستقر سے مراد وہ جگہ بھی ہو سکتی ہے جہاں جا کر سورج کو آخر کار ٹھہر جانا ہے اور وہ وقت بھی ہو سکتا ہے جب وہ ٹھہر جائے گا۔ اس آیت کا صحیح مفہوم انسان اسی وقت متعین کر سکتا جب اسے کائنات کے حقائق کا ٹھیک ٹھیک علم حاصل ہو جائے، لیکن انسانی علم کا حال یہ ہے کہ وہ ہر زمانے میں بدلتا رہا ہے۔ آج جو کچھ اسے معلوم ہے اس کے بدل جانے کا ہر وقت امکان ہے۔ سورج کے متعلق قدیم زمانے کے لوگ عینی مشاہدے کی بنا پر یقین رکھتے تھے کہ وہ زمین کے گرد چکر لگا رہا ہے۔ پھر مزید تحقیق کے بعد یہ نظریہ قائم کیا گیا کہ وہ اپنی جگہ ساکن ہے اور نظام شمسی کے سیارے اس کے گرد گھوم رہے ہیں، لیکن یہ نظریہ بھی مستقل ثابت نہیں ہوا۔ بعد کے مشاہدات سے پتہ چلا کہ نہ صرف سورج بلکہ وہ تمام تارے جن کو ثوابت (Fixed Stars) کہا جاتا ہے، ایک رخ پر چلے جا رہے ہیں۔ ثوابت کی رفتار کا اندازہ دس سے لے کر ایک سو میل فی سیکنڈ تک کیا گیا ہے۔ اور سورج کے متعلق موجودہ زمانہ کے ماہرین فلکیات کہتے ہیں کہ وہ اپنے پورے نظام شمسی کو لئے ہوئے تقریباً بارہ میل فی سیکنڈ کی رفتار سے حرکت کر رہا ہے۔

ملاحظہ ہو انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا۔ لفظ اسٹار اور لفظ سن۔ (تفہیم القرآن)

مذکورہ نظریہ حتمی ہے یا اس میں پھر کوئی تبدیلی ہو جائے گی، یہ تو اللہ ہی جانتا ہے، لیکن نظریات کی تبدیلی سے اس حقیقت میں کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اس آیت میں لفظ مستقر سے ہر دور کا انسان آسانی سے سمجھ سکتا تھا اور آج بھی سمجھ سکتا ہے کہ یہ نظام شمسی ایک دن ختم ہونے والا ہے اور وہ قیامت کا دن ہے۔

آیت نمبر (41 تا 50)

ترجمہ:

وَاٰيَةٌ لَّهُمْ	اَنَّا حَمَلْنَا	ذُرِّيَّتَهُمْ	فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۴۱﴾
اور ایک نشانی ہے ان کے لئے	کہ ہم نے سوار کیا	ان کی اولاد (اولادِ آدم) کو	بھری ہوئی کشتی میں

وَخَلَقْنَا لَهُمْ	مِّنْ مِّثْلِهٖ	مَا	يَرْكَبُوْنَ ﴿۴۲﴾	وَاِنْ نَّشَاْ
اور ہم نے پیدا کیا ان کے لئے	اس (کشتی) جیسی	وہ (سواریاں) جس پر	یہ لوگ سواری کرتے ہیں	اور اگر ہم چاہیں

نُغْرِقْهُمْ	فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ	وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ﴿۴۳﴾	اِلَّا رَحْمَةً
تو ہم غرق کردیں ان کو	پھر کوئی بھی فریادرس نہ ہوگا ان کے لئے	اور نہ وہ بچائے جائیں گے	سوائے رحمت ہوتے ہوئے

مِّنَّا	وَمَتَاعًا	اِلٰى حِيْنٍ ﴿۴۴﴾	وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ	اتَّقُوْا	مَا بَيْنَ اَيْدِيْكُمْ
ہمارے پاس سے	اور سامان ہوتے ہوئے	ایک وقت تک	اور جب کہا جاتا ہے ان سے	تم لوگ بچو	اس سے جو تمہارے آگے ہے

وَمَا خَلْفَكُمْ	لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۴۵﴾	وَمَا تَاْتِيْهِمْ	مِّنْ اٰيَةٍ	مِّنْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ
اور جو تمہارے پیچھے ہے	شاید تم لوگوں پر رحم کیا جائے	اور نہیں پہنچتی ان کے پاس	کوئی بھی نشانی	ان کے رب کی نشانیوں میں سے

اِلَّا كَانُوْا	عَنْهَا	مُعْرِضِيْنَ ﴿۴۶﴾	وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ	اَنْفِقُوْا	مِمَّا رَزَقَكُمُ
مگر وہ لوگ ہیں	ان سے	اعراض کرنے والے	اور جب کہا جاتا ہے ان سے	تم لوگ خرچ کرو	اس میں سے جو روزی دی تم کو

اللّٰهُ	قَالَ الَّذِيْنَ	كَفَرُوْا	لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا	اَنُطْعِمُ	مَنْ	لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ
اللہ نے	تو کہتے ہیں وہ لوگ جنہوں نے	انکار کیا	ان لوگوں سے جو ایمان لائے	کیا ہم کھلائیں	انہیں	اگر چاہے گا اللہ

اَطْعَمَهٗٓ	اِنْ اَنْتُمْ	اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۴۷﴾	وَيَقُوْلُوْنَ	مَتٰى	هٰذَا الْوَعْدُ
تو وہ کھلائے گا ان کو	نہیں ہو تم لوگ	مگر ایک کھلی گمراہی میں	اور وہ لوگ کہتے ہیں	کب ہے	یہ وعدہ

اِنْ كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ﴿۴۸﴾	مَا يَنْظُرُوْنَ	اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً	تَاْخُذُهُمْ
اگر تم لوگ ہو	سچ کہنے والے	وہ انتظار نہیں کرتے	مگر ایک ایسی چنگھاڑ کا	جو پکڑے گی ان کو

وَهُمْ	يَخِصِّمُوْنَ ﴿۴۹﴾	فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	تَوْصِيَةً	وَّلَآ اِلٰٓى اَهْلِهِمْ	يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۰﴾
اس حال میں کہ وہ	جھگڑ رہے ہوں گے	تو نہیں استطاعت نہ ہوگی	کوئی وصیت کرنے کی	اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف	وہ لوٹیں گے

نوٹ۔1

بھری ہوئی کشتی سے مراد حضرت نوحؑ کی کشتی ہے۔ اس کشتی میں بظاہر تو حضرت نوحؑ کے چند ساتھی ہی بیٹھے تھے، مگر درحقیقت قیامت تک پیدا ہونے والے تمام انسان اس پر سوار تھے۔ کیونکہ طوفانِ نوحؑ میں ان کے سوا باقی پوری اولادِ آدم کو غرق کر دیا گیا تھا اور بعد کی انسانی نسل ان ہی کشتی والوں سے چلی ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت۔ 42۔ سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ تاریخ میں پہلی کشتی جو بنی وہ حضرت نوحؑ والی کشتی تھی۔ اس سے پہلے انسان کو دریاؤں

اور سمندروں کو عبور کرنے کا طریقہ معلوم نہ تھا۔ اس طریقے کی تعلیم سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو دی پھر آئندہ ان کی نسل نے بحری سفر کے لئے کشتیاں بنانے کا سلسلہ شروع کر دیا۔ (تفہیم القرآن)۔ ایک رائے یہ ہے کہ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے معنی یہ ہیں کہ انسان کی سواری اور باربرداری کے لئے صرف کشتی ہی نہیں بلکہ اور بھی سواری بنائی ہے۔ اس سے اہل عرب نے اپنی عادت کے مطابق اونٹ کی سواری مراد لی ہے۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ قرآن نے اس جگہ کسی خاص سواری کا نام نہیں لیا ہے بلکہ مبہم چھوڑا ہے تاکہ قیامت تک ایجاد ہونے والی سب سواریاں اس میں شامل ہوجائیں۔ (معارف القرآن)

آیت۔ ۴۴۔ میں واضح کر دیا گیا کہ انسان کو یہ جو کچھ بھی حاصل ہے، نہ اس کے باپ دادا کی میراث ہے اور نہ اس کی اپنی قابلیت کا کرشمہ ہے بلکہ یہ محض خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے جس سے ایک خاص وقت تک کے لئے اس نے انسان کو بہرہ مند کیا ہے۔ بالآخر وہ وقت آنے والا ہے جب اللہ تعالیٰ ان تمام نعمتوں کے متعلق پرسش کرے گا کہ ان کا شکر اور حق ادا کیا تھا یا نہیں۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (51 تا 58)

ج د ث

X	X	ثلاثی مجرد سے فعل نہیں آتا۔
	جَدَثٌ	ج اَجْدَاثٌ۔ قبر۔ زیر مطالعہ آیت۔ 51۔

ش غ ل

(ف)	شُغْلًا	کام میں لگانا۔ مصروف رکھنا۔ ﴿ شَغَلَتْنَآ اَمْوَالُنَا وَ اَهْلُوْنَا ﴾ (48/الفتح: 11) ’’ہمیں مصروف رکھا ہمارے اموال نے اور ہمارے گھروں نے۔‘‘
	شُغُلٌ	مصروفیت۔ شغل۔ زیر مطالعہ آیت۔ 55

ف ک ه

(س)	فَكْهًا	خوش طبع ہونا۔ ہنسنے ہنسانے والا ہونا۔
	فَكِهٌ	صفت ہے۔ خوش طبع۔ خود پسند۔ اکڑباز۔ ﴿ وَ اِذَا انْقَلَبُوْٓا اِلٰٓى اَهْلِهِمُ انْقَلَبُوْا فَكِهِيْنَ ﴾ (83/المطففین: 31) ’’اور جب بھی وہ پلٹتے ہیں اپنے گھر والوں کی طرف تو پلٹتے ہیں اکڑباز ہوتے ہوئے۔‘‘
	فَاكِهٌ	اسم الفاعل ہے۔ ہنسنے ہنسانے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 55
	فَكِهَةٌ	ج فَوَاكِهُ۔ یہ فَاكِهٌ کا مونث ہے۔ ہر قسم کا پھل جس کو کھا کر طبیعت خوش ہو۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۵۷۔ ﴿ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ ﴾ (23/المومنون: 19) ’’تمہارے لئے ان میں کثرت سے پھل ہیں۔‘‘
(تفعل)	تَفَكُّهًا	باتیں بنانا۔ پشیمان ہونا۔ ﴿ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ﴾ (56/الواقعہ:65) ’’اگر ہم چاہیں تو بنادیں اس کو روندا ہوا پھر تم لوگ رہ جاؤ باتیں بناتے۔‘‘

ع ر ک

(ن)	اُرُوْكًا	اونٹ کا پیلو کے درخت کے پتے کھانا۔

اَرِیْکَۃٌ

ج آرَائِكُ۔ آراستہ و مزین تخت۔ (تخت کو سجانے کے لئے جو چھپر کھٹ 1575 لگایا جاتا ہے وہ پیلو کے درخت کی لکڑی کا ہوتا ہے) زیر مطالعہ آیت۔56

ترجمہ:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ	فَاِذَا هُمْ	مِّنَ الْاَجْدَاثِ	اِلٰى رَبِّهِمْ	يَنْسِلُوْنَ ۝٥١
اور پھونکا جائے گا صور میں	تو جب ہی وہ لوگ	قبروں سے	اپنے رب کی طرف	دوڑتے ہوں گے

قَالُوْا	يٰوَيْلَنَا	مَنْۢ بَعَثَنَا	مِنْ مَّرْقَدِنَا ۜ	هٰذَا مَا	وَعَدَ الرَّحْمٰنُ
وہ کہیں گے	ہائے ہماری شامت	کس نے اٹھایا ہم کو	ہماری آرام گاہ سے	یہ وہ ہے جو	وعدہ کیا رحمان نے

وَصَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ ۝٥٢	اِنْ كَانَتْ اِلَّا	صَيْحَةً وَّاحِدَةً	فَاِذَا هُمْ	جَمِيْعٌ
اور سچ کہا بھیجے ہوؤں (رسولوں) نے	نہیں ہوگی وہ مگر	ایک (ہی) چنگھاڑ	پھر جب ہی وہ لوگ	سب کے سب

لَّدَيْنَا	مُحْضَرُوْنَ ۝٥٣	فَالْيَوْمَ	لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ	شَيْـًٔا	وَّلَا تُجْزَوْنَ
ہمارے پاس	حاضر کئے ہوئے ہوں گے	تو آج کے دن	ظلم نہیں کیا جائے گا کسی جان پر	ذرا بھی	اور تم لوگوں کو بدلہ نہیں دیا جائے گا

اِلَّا مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٥٤	اِنَّ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ	الْيَوْمَ فِيْ شُغُلٍ	فٰكِهُوْنَ ۝٥٥ ج
سوائے اس کے جو	تم لوگ کیا کرتے تھے	بیشک جنت والے	آج کے دن کسی مشغلہ میں	ہنسنے ہنسانے والے ہوں گے

هُمْ وَاَزْوَاجُهُمْ	فِيْ ظِلٰلٍ	عَلَى الْاَرَآئِكِ	مُتَّكِـُٔوْنَ ۝٥٦	لَهُمْ فِيْهَا
وہ اور ان کے جوڑے	سایوں میں	سجائے ہوئے تختوں پر	ٹیک لگانے والے ہوں گے	ان کے لئے ہوگا اس میں

فَاكِهَةٌ	وَّلَهُمْ مَّا	يَدَّعُوْنَ ۝٥٧ ۚ	سَلٰمٌ ۣ قف	قَوْلًا	مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝٥٨
پھل	اور ان کے لئے ہوگا وہ جو	وہ مانگیں گے	سلامتی ہے	قول ہوتے ہوئے	ایک رحیم رب سے

نوٹ۔1

آیت۔55 کو سمجھنے کے لئے یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ صالح اہل ایمان میدانِ حشر میں روک کر نہیں رکھے جائیں گے بلکہ ابتدا ہی میں ان کو بلا حساب، یا ہلکی حساب فہمی کے بعد جنت میں بھیج دیا جائے گا کیونکہ ان کا ریکارڈ صاف ہوگا۔ انہیں دوران عدالت انتظار کی تکلیف دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ میدانِ حشر میں جواب دہی کرنے والوں کو بتائے گا کہ جن لوگوں کو تم دنیا میں بے وقوف سمجھ کر ان کا مذاق اڑاتے تھے وہ اپنی عقلمندی کی بدولت آج جنت کے مزے لوٹ رہے ہیں اور تم یہاں کھڑے جوابدہی کر رہے ہو۔ (تفہیم القرآن)

یہاں اصحابِ جنت کا حال ذکر فرمایا ہے کہ وہ اپنی تفریحات میں مشغول ہوں گے۔ ممکن ہے اس جگہ فِيْ شُغُلٍ (کسی مصروفیت میں) کا لفظ اس خیال کو دفع کرنے کے لئے بڑھایا ہو کہ جنت میں جبکہ نہ کوئی عبادت ہوگی، نہ کوئی فرض و واجب اور نہ کسب معاش کا کوئی کام، تو کیا اس بیکاری میں آدمی کا جی نہ گھبرائے گا۔ اس لئے فرمایا کہ ان کو اپنی تفریحات کا ہی بڑا شغل ہوگا، جی گھبرانے کا کیا سوال ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔1

آیت۔58۔ میں اس سب سے بڑی سرفرازی کا ذکر ہے جو اہل جنت کو جنت میں حاصل ہوگی کہ رب رحیم کی طرف سے ان کو 1575 سلام کہلایا جائے گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے جنت کے تمام دروازوں سے داخل ہوں گے اور اہل جنت کو اللہ تعالیٰ کا سلام پہنچائیں گے۔ (تدبر قرآن)

آیت نمبر (59 تا 67)

م س خ

(ف) مَسْخًا شکل وصورت بگاڑ دینا۔ عادت واطوار خراب کردینا۔ زیر مطالعہ آیت۔67۔

ترجمہ:

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ	اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۵۹﴾	اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ
اور تم لوگ الگ ہوجاؤ آج کے دن	اے جرم کرنے والو	کیا میں نے تاکید نہیں کی تھی تم لوگوں کو

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ	اَنْ لَّا تَعْبُدُوا	الشَّيْطٰنَ ج	اِنَّهٗ لَكُمْ	عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۶۰﴾ لا	وَّ اَنِ
اے اولادِ آدمؑ	کہ تم لوگ بندگی مت کرنا	شیطان کی	بیشک وہ تمہارے لئے	ایک کھلا دشمن ہے	اور یہ کہ

اعْبُدُوْنِيْ ط	هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۶۱﴾	وَلَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ	جِبِلًّا كَثِيْرًا ط
تم لوگ بندگی کرو میری	یہ سیدھا راستہ ہے	اور بیشک اس نے گمراہ کیا ہے تم میں سے	بہت سی خلقتوں کو

اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا	تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۲﴾	هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ	كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۶۳﴾
تو کیا تم لوگ نہیں تھے	(کہ) عقل سے کام لیتے	یہ وہ جہنم ہے جس سے	تم لوگ ڈرائے جاتے تھے

اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ	بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۶۴﴾	اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ	عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ
تم لوگ گرو اس میں آج کے دن	ان کے ہاتھ	اور گواہی دین گے ان کے پاؤں	اس کی جو وہ لوگ کمائی کرتے تھے

وَتُكَلِّمُنَآ	اَيْدِيْهِمْ	وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ	بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۶۵﴾
اور کلام کریں گے ہم سے	ان کے ہاتھ	اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں	اس کی جو وہ لوگ کمائی کرتے تھے

وَلَوْ نَشَآءُ	لَطَمَسْنَا	عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ	فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ
اور اگر ہم چاہتے	تو ہم مٹا دیتے	ان کی آنکھوں کو	پھر وہ دوڑ لگاتے راستے کے لئے

فَاَنّٰى	يُبْصِرُوْنَ ﴿۶۶﴾	وَلَوْ نَشَآءُ	لَمَسَخْنٰهُمْ	عَلٰى مَكَانَتِهِمْ
تو کہاں سے	انہیں سجھائی دیتا	اور اگر ہم چاہتے	تو ہم ان کے چہرے مہرے بگاڑ دیتے	ان کے ٹھکانے پر

فَمَا اسْتَطَاعُوْا	مُضِيًّا	وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۶۷﴾ ع
تو وہ استطاعت نہ رکھتے	(آگے) گزرنے کی	اور نہ وہ واپس لوٹتے

نوٹ۔1

آیت۔60۔ سے معلوم ہوا کہ تمام اولاد آدمؑ کو مخاطب کرکے قیامت میں کہا جائے گا کہ کیا دنیا میں تم کو شیطان کی عبادت

کرنے سے منع نہیں کیا تھا۔ یہاں سوال یہ ہے کہ کفار عموماً شیطان کی تو عبادت نہ کرتے، بلکہ بتوں یا دوسری چیزوں کو پوجتے تھے۔ اس لیے ان پر شیطان کی عبادت کا الزام کیسے عائد ہوا۔ جواب یہ ہے کہ کسی کی اطاعت مطلقہ کہ ہر کام میں ہر حال میں اس کا کہنا ماننے، اسی کا نام عبادت ہے، چونکہ ان لوگوں نے ہمیشہ شیطانی تعلیم ہی کی پیروی کی اس لئے ان کو شیطان کا عابد کہا گیا۔ جیسا کہ حدیث میں اس شخص کو جو مال یا بیوی کی محبت میں آکر ہر وہ کام کرنے لگے جس سے مال بڑھے یا بیوی راضی ہو، اگرچہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو، ایسے شخص کو حدیث میں عبدالدرہم اور عبدالزوجہ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔65۔ میں میدان حشر کا نقشہ ہے کہ حساب کتاب کے وقت مشرکین قسمیں کھا کر اپنے شرک وکفر سے مکر جائیں گے اور بعض یہ بھی کہیں گے کہ فرشتوں نے ہمارے نامہ اعمال میں جو کچھ لکھ دیا ہے ہم تو اس سے بری ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے مونہوں پر مہر لگا دیں گے کہ بول نہ سکیں اور خود ان ہی کے ہاتھ پاؤں کو بولنے کی صلاحیت دے دیں گے اور وہ ان کے تمام اعمال کی گواہی دیں گے۔ اس آیت میں تو ہاتھ پاؤں کا بولنا مذکور ہے جبکہ دوسری آیات میں انسان کے کان، آنکھ اور کھال کا بولنا بھی مذکور ہے۔ اور ایک جگہ ہے کہ خود ان کی زبانیں گواہی دیں گے۔ یہ اس کے منافی نہیں کہ ان کے مونہوں پر مہر لگا دی جائے گی، کیونکہ مہر لگانے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے اختیار سے کچھ نہ بول سکیں گے۔ البتہ ان کی زبان ان کی مرضی کے خلاف چلے گی اور شہادت دے گی۔

(معارف القرآن)

آیت نمبر (68 تا 76)

ترجمہ:

وَمَنْ	نُّعَمِّرْهُ	نُنَكِّسْهُ	فِي الْخَلْقِ ؕ	اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۶۸﴾
اور وہ	ہم (طویل) عمر دیتے ہیں جس کو	تو ہم الٹا پھیرتے ہیں اس کو	پیدائش میں	تو کیا یہ لوگ عقل استعمال نہیں کرتے

وَمَا عَلَّمْنٰهُ	الشِّعْرَ	وَمَا يَنْۢبَغِيْ	لَهٗ ؕ	اِنْ هُوَ اِلَّا	ذِكْرٌ
اور ہم نے نہیں سکھایا ان کو	شعر کہنا	اور یہ شایانِ شان نہیں ہے	ان کے لئے	نہیں ہے یہ مگر	ایک یاددہانی

وَّقُرْاٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۶۹﴾	لِّيُنْذِرَ	مَنْ كَانَ	حَيًّا	وَّيَحِقَّ	الْقَوْلُ	عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۷۰﴾
اور ایک واضح قرآن	تا کہ وہ (قرآن) خبردار کرے	اس کو جو ہو	زندہ	اور تا کہ ثابت ہو	بات	کافروں پر

اَوَلَمْ يَرَوْا	اَنَّا خَلَقْنَا	لَهُمْ	مِّمَّا	عَمِلَتْ	اَيْدِيْنَآ	اَنْعَامًا
اور کیا انہوں نے دیکھا ہی نہیں	کہ ہم نے پیدا کئے	انکے لئے	اس میں سے جن پر	عمل کیا	ہمارے ہاتھوں نے	کچھ مویشی

فَهُمْ لَهَا	مٰلِكُوْنَ ﴿۷۱﴾	وَذَلَّلْنٰهَا	لَهُمْ	فَمِنْهَا	رَكُوْبُهُمْ
تو وہ لوگ ان کے	مالک ہونے والے ہیں	اور ہم نے مطیع کیا ان (مویشیوں) کو	ان کے لئے	تو ان میں سے (بعض پر)	ان کی سواریاں ہیں

وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ﴿۷۲﴾	وَلَهُمْ فِيْهَا	مَنَافِعُ	وَمَشَارِبُ ؕ	اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾
اور ان میں سے وہ کھاتے ہیں	اور ان کے لئے ان میں	فائدے ہیں	اور پینے کے مقامات ہیں	تو کیا یہ لوگ شکر نہیں کریں گے

1575

وَاتَّخَذُوْا	مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	اٰلِهَةً	لَّعَلَّهُمْ	يُنْصَرُوْنَ ؕ۝۷۴
اورانہوں نے بنائے	اللہ کے سوا	کچھ الٰہ	(کہ) شاید ان کی	مدد کی جائے
لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ	نَصْرَهُمْ ۙ	وَهُمْ لَهُمْ	جُنْدٌ	مُّحْضَرُوْنَ ۝۷۵
وہ (الٰہ) استطاعت نہیں رکھتے	ان کی مدد کرنے کی	اور وہ ان کے لئے	ایک ایسا لشکر ہیں جو	حاضر کئے گئے ہیں
فَلَا يَحْزُنْكَ	قَوْلُهُمْ ۘ	اِنَّا نَعْلَمُ	مَا يُسِرُّوْنَ	وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝۷۶
توغمگین نہ کرے آپ کو	ان کی بات	بیشک ہم جانتے ہیں	اس کو جو یہ لوگ چھپاتے ہیں	اور اس کو جو یہ لوگ اعلان کرتے ہیں

نوٹ۔1

الٹا پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بڑھاپے میں آدمی کی حالت بچوں کی سی کر دیتا ہے۔ اسی طرح وہ چلنے پھرنے سے معذور ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اسے اٹھاتے بٹھاتے اور سہارا دے کر چلاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے اسے کھلاتے پلاتے ہیں۔ اسی طرح وہ نا سمجھی کی باتیں کرتا ہے جس پر لوگ ہنستے ہیں۔ غرض جس کمزوری کی حالت سے اس نے اس دنیا میں اپنی زندگی کا آغاز کیا تھا اختتامِ زندگی پر وہ اسی حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

ہاتھوں کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لئے بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ معاذ اللہ وہ ذاتِ پاک جسم رکھتی ہے، اور انسانوں کی طرح ہاتھ سے کام کرتی ہے، بلکہ اس سے یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے خود بنایا ہے۔ ان کی تخلیق میں کسی دوسرے کا ذرہ برابر دخل نہیں ہے۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (77 تا 83)

ر م م

(ض) رَمًّا کسی چیز کا بوسیدہ ہونا۔

رَمِیْمٌ صفت ہے۔ بوسیدہ۔ زیر مطالعہ آیت۔ 78

ترجمہ:

اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ	اَنَّا خَلَقْنٰهُ	مِنْ نُّطْفَةٍ	فَاِذَا هُوَ
اور کیا دیکھا ہی نہیں انسانوں نے	کہ ہم نے پیدا کیا اس کو	ایک بوند سے	پھر تب ہی وہ

خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝۷۷	وَضَرَبَ لَنَا	مَثَلًا	وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ؕ	قَالَ
ایک کھلا جھگڑالو (ہو جاتا) ہے	اور اس نے بیان کیا ہمارے لئے	ایک مثال	اور بھول گیا اپنی پیدائش کو	اس نے کہا

مَنْ يُّحْيِ	الْعِظَامَ	وَهِيَ	رَمِيْمٌ ۝۷۸	قُلْ	يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ
کون زندہ کرے گا	ہڈیوں کو	اس حال میں کہ وہ	بوسیدہ ہیں	آپؐ کہئے	وہ زندہ کرے گا ان کو جس نے

اَنْشَاَهَآ	اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ	وَهُوَ	بِكُلِّ خَلْقٍ	عَلِيْمٌ ۙ۝۷۹
بنایا ان کو	پہلی مرتبہ	اور وہ	پیدا کرنے کے ہر ایک (طریقہ) کو	ہر حال میں جاننے والا

الَّذِیۡ	جَعَلَ لَکُمۡ	مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ	نَارًا	1575 فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ
وہ جس نے	بنایا تمہارے لئے	ہرے (بھرے) درخت میں سے	ایک آگ	پھر تب ہی تم لوگ

مِّنۡہُ	تُوۡقِدُوۡنَ ﴿۸۰﴾	اَوَ لَیۡسَ الَّذِیۡ	خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضَ
اس سے	آگ بھڑکاتے ہو	اور کیا وہ جس نے	پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو

بِقٰدِرٍ	عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ	مِثۡلَہُمۡ ؕ	بَلٰی	وَ ہُوَ الۡخَلّٰقُ
قدرت رکھنے والا نہیں ہے	اس پر کہ وہ پیدا کرے	ان کے جیسا	کیوں نہیں	اور وہ (کچھ) پیدا کرنے والا ہے

الۡعَلِیۡمُ ﴿۸۱﴾	اِنَّمَاۤ اَمۡرُہٗۤ	اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡئًا	اَنۡ یَّقُوۡلَ لَہٗ	کُنۡ	فَیَکُوۡنُ ﴿۸۲﴾
ہمیشہ (سب کچھ) جاننے والا ہے	اس کا حکم تو بس یہ ہے	جب کبھی وہ ارادہ کرے کسی چیز کا	کہ وہ کہتا ہے اس سے	تو ہو جا	تو وہ ہو جاتی ہے

فَسُبۡحٰنَ الَّذِیۡ	بِیَدِہٖ	مَلَکُوۡتُ کُلِّ شَیۡءٍ	وَّ اِلَیۡہِ	تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۸۳﴾
تو پاکیزگی اس کی ہے	جس کے ہاتھ میں	ہر چیز کی بادشاہت ہے	اور اس کی طرف ہی	تم لوگ لوٹائے جاؤ گے

نوٹ۔1

آیت۔80۔کا یا تو یہ مطلب ہے کہ اس نے ہرے بھرے درختوں میں وہ آتش گیر مادہ رکھا ہے جس کی بدولت تم آگ جلاتے ہو۔ یا پھر یہ اشارہ ہے مرخ اور عفار نامی ان دو درختوں کی طرف جن کی ہری بھری ٹہنیوں کو لے کر اہل عرب ایک دوسرے پر مارتے تھے تو ان سے آگ جھڑنے لگتی تھی۔ قدیم زمانے میں عرب کے بدو آگ جلانے کے لئے یہی چقماق استعمال کرتے تھے اور ممکن ہے آج بھی کرتے ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الصّٰفّٰت (37)

آیت نمبر (1 تا 21)

ز ج ر

(ن) زَجۡرًا : چلا کر روکنا۔ جھڑکنا۔ دھتکارنا۔

زَاجِرٌ : روکنے والا۔ جھڑکنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔2

زَجۡرَۃٌ : جھڑکی۔ ڈانٹ۔ ﴿فَاِنَّمَا ہِیَ زَجۡرَۃٌ وَّاحِدَۃٌ﴾ (37/الصافات:198) ''پھر وہ تو بس ایک جھڑکی ہوگی۔''

(افتعال) اِزۡدِجَارًا : اہتمام سے روکنا۔ دھتکارنا۔ ﴿وَ قَالُوۡا مَجۡنُوۡنٌ وَّ ازۡدُجِرَ ﴿۹﴾﴾ (54/القمر:9) ''اور انہوں نے کہا مجنوں ہے اور اس کو دھتکارا گیا۔''

مُزْدَجَرٌ — اسم المفعول ہے۔ جس کو روکا گیا۔ اور جس چیز سے روکا گیا، دونوں کے لئے آتا ہے۔ ﴿وَ لَقَدْ جَآءَهُمْ مِّنَ الْاَنْبَآءِ مَا فِيْهِ مُزْدَجَرٌ ۙ﴾ (54/القمر:4) ''اور بیشک آچکی ہیں ان کے پاس خبروں میں سے وہ جس میں روکی ہوئی بات ہے۔''

1575

ث	ق	ب

(ن) ثَقْبًا — کسی چیز کا روشن ہونا۔ چمکنا

ثَاقِبٌ — فاعل کے وزن پر صفت ہے۔ روشن ہونے والا۔ چمکنے والا یعنی روشن۔ چمکدار، زیر مطالعہ آیت۔۱۰۔

ل	ز	ب

(ن) لَزُوْبًا — مضبوطی سے قائم ہونا۔ چمٹنا

لَازِبٌ — اسم الفاعل ہے۔ چمٹنے والا۔ زیر مطالعہ آیت۔۱۱۔

ترجمہ:

وَالصّٰٓفّٰتِ	صَفًّا ۙ﴿۱﴾	فَالزّٰجِرٰتِ	زَجْرًا ۙ﴿۲﴾
قسم ہے قطار بنانے والیوں کی	جیسا قطار بنانے کا حق ہے	پھر قسم ہے جھڑکنے والیوں کی	جیسا جھڑکنے کا حق ہے
فَالتّٰلِيٰتِ	ذِكْرًا ۙ﴿۳﴾	اِنَّ اِلٰهَكُمْ	لَوَاحِدٌ ﴿۴﴾
پھر قسم ہے تلاوت کرنے والیوں کی	یادرکھنے کے لئے	بیشک تمہارا اِلٰہ	یقیناً ایک (ہی) ہے

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا بَيْنَهُمَا	وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ﴿۵﴾
(وہ) آسمانوں اور زمین کا رب ہے	اور اس کا جو ان دونوں کے درمیان ہے	اور سارے مشرقوں کا رب ہے

اِنَّا زَيَّنَّا	السَّمَآءَ الدُّنْيَا	بِزِيْنَةِ	اِۨلْكَوَاكِبِ ۙ﴿۶﴾	وَحِفْظًا
بیشک ہم نے زینت دی	دنیوی آسمانوں کو	ایک زینت سے	جو ستارے ہیں	اور حفاظت کے لئے

مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۚ﴿۷﴾	لَا يَسَّمَّعُوْنَ	اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى
ہر ایک سرکشی کرنے والے شیطان سے	وہ کان نہیں لگا پاتے	(فرشتوں کی) اعلیٰ مجلس کی طرف

وَيُقْذَفُوْنَ	مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ﴿۸﴾	دُحُوْرًا وَّ	لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ﴿۹﴾
اور ان پر پھینک مارا جاتا ہے	ہر طرف سے	کھدیڑنے کے لئے	اور ان کے لئے ایک دائمی عذاب ہے

اِلَّا مَنْ	خَطِفَ	الْخَطْفَةَ	فَاَتْبَعَهٗ	شِهَابٌ ثَاقِبٌ ﴿۱۰﴾
سوائے اس کے کہ جس نے	اچک لیا	ایک اچکی ہوئی بات	تو پیچھے لگتا ہے اس کے	ایک چمکدار انگارہ

فَاسْتَفْتِهِمْ	اَهُمْ اَشَدُّ	خَلْقًا	اَمْ مَّنْ	خَلَقْنَا ۭ	اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ
تو آپ فتویٰ مانگیں ان سے	کیا یہ لوگ زیادہ سخت (مضبوط) ہیں	بلحاظ مخلوق کے	یا وہ سب جن کو	ہم نے پیدا کیا	بیشک ہم نے پیدا کیا ان کو

مِّنۡ طِيۡنٍ لَّازِبٍ ⑪	بَلۡ عَجِبۡتَ	1575 وَيَسۡخَرُوۡنَ ⑫
ایک چپکنے والے گارے سے	بلکہ آپؐ نے تعجب کیا	حالانکہ وہ مذاق کرتے ہیں

وَاِذَا ذُكِّرُوۡا	لَا يَذۡكُرُوۡنَ ⑬	وَاِذَا رَاَوۡا	اٰيَةً	يَّسۡتَسۡخِرُوۡنَ ⑭
اور جب کبھی ان کو یاددہانی کرائی جاتی ہے	تو وہ لوگ یاد نہیں کرتے	اور جب کبھی وہ دیکھتے ہیں	کوئی نشان	تو مذاق اڑاتے ہیں

وَقَالُوۡۤا	اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا	سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ⑮	ءَاِذَا مِتۡنَا	وَكُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا
اور کہتے ہیں	نہیں ہے یہ مگر	ایک کھلا جادو	کیا جب ہم مر گئے	اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں

ءَاِنَّا	لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ ⑯	اَوَ اٰبَآؤُنَا الۡاَوَّلُوۡنَ ⑰	قُلۡ نَعَمۡ	وَاَنۡتُمۡ دَاخِرُوۡنَ ⑱
تو کیا ہم	ضرور اٹھائے جائیں گے	اور کیا ہمارے پہلے باپ دادا (بھی)	آپؐ کہہ دیجئے کہ ہاں	اور تم لوگ ذلیل ہونے والے ہو

فَاِنَّمَا هِيَ	زَجۡرَةٌ وَّاحِدَةٌ	فَاِذَا هُمۡ	يَنۡظُرُوۡنَ ⑲	وَقَالُوۡا	يٰوَيۡلَنَا
پس وہ تو بس	ایک (ہی) جھڑکی ہوگی	تو جب ہی وہ	دیکھتے ہوں گے	اور کہیں گے	ہائے ہماری تباہی

هٰذَا يَوۡمُ الدِّيۡنِ ⑳	هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ الَّذِىۡ	كُنۡتُمۡ بِهٖ	تُكَذِّبُوۡنَ ㉑
یہ (تو) بدلے کا دن ہے	یہ فیصلے کا وہ دن ہے	تم لوگ جس کو	جھٹلاتے تھے

نوٹ۔1

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جو قسمیں کھائی ہیں یہ تعظیم کے لئے نہیں بلکہ مقسم علیہ پر شہادت کے لئے ہیں۔ قسم کے اس مفہوم کی روشنی میں وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا کا ترجمہ ''شاہد ہیں صفیں باندھے ہوئے حاضر رہنے والے فرشتے'' کیا جائے تو یہ قسم کے مفہوم کو بالکل ٹھیک ٹھیک ادا کرنے والا ہوگا۔ آیات ایک تا تین میں فرشتوں کی تین صفات بیان ہوئی ہیں۔ ان صفات میں اسی طرح کی ترتیب ہے جس طرح کی ترتیب ہماری نمازوں میں ہوتی ہے۔ جس طرح ہم خدا کے سامنے صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، پھر شیطان سے تعوذ کرتے ہیں، پھر اپنے رب کی حمد وتسبیح کرتے ہیں، اسی طرح ملائکہ بھی عرش الٰہی کے اردگرد صف بستہ کھڑے ہوتے ہیں، پھر شیاطین کو زجر کرتے ہیں، پھر اپنے رب کی حمد وتسبیح کرتے ہیں۔ (تدبر قرآن)

مفسرین کی اکثریت کی رائے ہے کہ ان تینوں گروہوں سے مراد فرشتوں کے گروہ ہیں۔ اس میں قطار در قطار صف باندھنے کا اشارہ اس طرف ہے کہ تمام فرشتے جو نظام کائنات کی تدبیر کر رہے ہیں، وہ اللہ کے بندے اور غلام ہیں اور اس کی اطاعت وبندگی میں صف بستہ ہیں۔ پھٹکارنے والوں سے مراد یہ ہے کہ ان ہی فرشتوں میں سے ایک گروہ وہ بھی ہے جو نافرمانوں اور مجرموں کو پھٹکارتا ہے اور یہ پھٹکار صرف لفظی ہی نہیں ہوتی بلکہ انسانوں پر وہ حوادثِ طبعی اور آفات تاریخی کی شکل میں برستی ہے۔ کلام نصیحت سنانے والوں سے مراد یہ ہے کہ ان ہی میں وہ بھی ہیں جو امرحق کی طرف توجہ دلاتے ہیں، حوادث زمانہ کی شکل میں بھی جن سے عبرت حاصل کرنے والے عبرت حاصل کرتے ہیں اور ان تعلیمات کی صورت میں بھی جو ان کے ذریعہ سے انبیاء پر نازل ہوئیں اور ان الہامات کی صورت میں بھی جو ان کے واسطہ سے نیک انسانوں پر ہوتے ہیں۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔2

پہلی تین آیات میں ملائکہ کا ذکر ہوا کہ نادانوں نے ان کو خدائی کا درجہ دے رکھا ہے جبکہ ان کے اعلیٰ سرداروں تک کا حال

یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے آگے صف بستہ اور اس کی حمد وتسبیح میں سرگرم رہتے ہیں۔ پھر آیات چھ تا دس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ جنوں کی رسائی ملاءِ اعلیٰ تک نہیں ہو پاتی کہ وہاں سے وہ غیب کی کوئی خبر معلوم کر سکیں۔ اس وجہ سے جو لوگ فرشتوں کو پوج رہے ہیں وہ بھی احمق ہیں اور جو جنوں کو علم غیب کا وسیلہ سمجھ کر ان سے تعلق پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں وہ بھی احمق ہیں۔

(تدبر قرآن)

آیت نمبر (22 تا 34)

ترجمہ:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ	ظَلَمُوْا	وَاَزْوَاجَهُمْ	وَمَا	كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ﴿۲۲﴾
ان لوگوں کو جمع کرو جنہوں نے	ظلم کیا	اور ان کے جوڑوں (ساتھیوں) کو	اور ان کو جن کی	یہ لوگ بندگی کرتے تھے
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ	فَاهْدُوْهُمْ	اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ﴿۲۳﴾	وَ	قِفُوْهُمْ
اللہ کے سوا	پھر ان کی رہنمائی کرو	دوزخ کے راستہ کی طرف	اور	تم لوگ ٹھہراؤ ان کو
اِنَّهُمْ	مَّسْئُوْلُوْنَ ﴿۲۴﴾	مَا لَكُمْ	لَا تَنَاصَرُوْنَ ﴿۲۵﴾	بَلْ هُمُ الْيَوْمَ
بیشک یہ لوگ	پوچھے جانے والے ہیں	تم لوگوں کو کیا ہو گیا	(کہ) ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے ہو	بلکہ وہ لوگ آج کے دن

مُسْتَسْلِمُوْنَ ﴿۲۶﴾	وَاَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ	يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿۲۷﴾
سرنگوں ہونے والے ہیں	اور سامنے آئے گا	ان کا کوئی کسی کے	ایک دوسرے سے پوچھتے ہوئے

قَالُوْٓا اِنَّكُمْ	كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا	عَنِ الْيَمِيْنِ ﴿۲۸﴾	قَالُوْا بَلْ	لَّمْ تَكُوْنُوْا
کہیں گے بیشک تم لوگ	آتے تھے ہمارے پاس	داہنی طرف سے (بڑے ٹھسّے سے)	وہ لوگ کہیں گے بلکہ	تم لوگ تھے ہی نہیں
مُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۹﴾	وَمَا كَانَ لَنَا	عَلَيْكُمْ	مِّنْ سُلْطٰنٍ	بَلْ كُنْتُمْ
ایمان لانے والے	اور نہیں تھا ہمارے لئے	تم لوگوں پر	کچھ بھی اختیار	بلکہ تم لوگ تھے
قَوْمًا طٰغِيْنَ ﴿۳۰﴾	فَحَقَّ عَلَيْنَا	قَوْلُ رَبِّنَآ	اِنَّا	لَذَآئِقُوْنَ ﴿۳۱﴾
سرکشی کرنے والی قوم	تو ثابت ہوا ہم پر	ہمارے رب کا قول	بیشک ہم	(اب) ضرور چکھنے والے ہیں
فَاَغْوَيْنٰكُمْ	اِنَّا كُنَّا	غٰوِيْنَ ﴿۳۲﴾	فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ	فِي الْعَذَابِ
تو ہم نے گمراہ کیا تم کو	(کہ) بیشک ہم ہی تھے	گمراہ ہونے والے	تو بیشک وہ سب اس دن	اس عذاب میں

مُشْتَرِكُوْنَ ﴿۳۳﴾	اِنَّا كَذٰلِكَ نَفْعَلُ	بِالْمُجْرِمِيْنَ ﴿۳۴﴾
مشترک ہونے والے ہیں	بیشک اسی طرح ہم کرتے ہیں	مجرموں کے ساتھ

نوٹ۔1

ازواج کے لفظی معنی ''جوڑے'' ہے۔ یہاں یہ ہم مشربوں کے لئے آیا ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ یہاں اَزْوَاجَهُمْ سے مراد ان کے جیسے لوگ ہیں۔ چنانچہ سود خور دوسرے سود خوروں کے ساتھ، شراب پینے والے دوسرے شراب پینے والوں کے ساتھ جمع کئے جائیں گے۔ (معارف القرآن)

معبودوں سے مراد دو قسم کے معبود ہیں۔ ایک وہ انسان اور شیاطین جن کی اپنی خواہش اور کوشش یہ تھی کہ لوگ ان کی بندگی

کریں۔ دوسرے وہ اصنام اور شجر وحجر جن کی پرستش دنیا میں کی جاتی رہی ہے۔ ان میں سے پہلی قسم کے معبود تو خود مجرمین میں شامل ہوں گے اور انہیں سزا کے طور پر جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا۔ دوسری قسم کے معبود اپنے پرستاروں کے ساتھ اس لئے جہنم میں ڈالے جائیں گے کہ وہ انہیں دیکھ کر اپنی حماقتوں کا ماتم کرتے رہیں ان کے علاوہ ایک تیسری قسم کے معبود وہ بھی ہیں جنہیں دنیا میں پوجا تو گیا ہے مگر خود ان کا اپنا ایمان ہرگز یہ نہ تھا کہ ان کی پرستش کی جائے بلکہ اس کے برعکس وہ ہمیشہ انسانوں کو غیر اللہ کی پرستش سے منع کرتے رہے، مثلاً فرشتے، انبیاء اور اولیاء۔ اس قسم کے معبود ان معبودوں میں شامل نہ ہوں گے جنہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا۔ (تفہیم القرآن)

1575

نوٹ۔2

میدانِ حشر میں جمع ہونے کے بعد کافروں کے سردار اپنی پیروی کرنے والوں کے سامنے آئیں گے تو ایک دوسرے کی مدد کرنے کی بجائے آپس میں بحث و تکرار شروع کر دیں گے۔ یہاں اسی بحث و تکرار کا کچھ نقشہ کھینچ کر فریقین کا انجام یہ بیان کیا گیا ہے۔ فِي الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو گناہ پر آمادہ کرنے کے لئے اپنا اثر و رسوخ استعمال کرے تو اسے دعوتِ گناہ کا عذاب تو بیشک ہوگا، لیکن جس نے اس کی دعوت کو اپنے اختیار سے قبول کر لیا تو وہ بھی گناہ سے بری نہیں ہوسکتا۔ وہ آخرت میں یہ کہہ کر چھٹکارا نہیں پا سکتا مجھے تو فلاں نے گمراہ کیا تھا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (35 تا 49)

ک ع س

X	X	فعل استعمال نہیں ہوتا۔
	كَاْسٌ	پینے کا برتن جبکہ اس میں پینے کی چیز موجود ہو۔ پھر یہ صرف پینے کے برتن کے لئے بھی آتا ہے اور صرف پینے کی چیز کے لئے بھی۔ (1) پیالہ۔ جام (2) شربت، شراب۔ ﴿يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا﴾ (52/الطور: 23) ''وہ لوگ باہم کھینچا تانی کریں گے اس (جنت) میں جام کے لئے۔'' ﴿وَ يُسْقَوْنَ فِيْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِيْلًا﴾ (76/الدھر: 17) ''اور ان کو پلائی جائے گی اس (جنت) میں ایک ایسی شراب جس کا مزاج ادرک کا ہوگا۔''

ل ذ ذ

(س)	لَذَاذَةً	مزے دار ہونا۔ لذیذ ہونا۔ ﴿وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ﴾ (43/الزخرف: 71) ''اور اس میں وہ ہے جس کی خواہش کریں گے جی اور مزے دار ہو جائیں گی آنکھیں۔''
	لَذَّةٌ	اسم ذات ہے۔ مزہ۔ لذت۔ زیر مطالعہ آیت۔ 46

غ و ل

(ن)	غَوْلًا	اچانک پکڑ لینا۔ شراب سے مدہوش ہوجانا۔
	غَوْلٌ	اسم ذات ہے۔ مدہوشی۔ دردِسر۔ زیر مطالعہ آیت۔ 47۔

ن ز ف

(ض)	نَزْفًا	کنویں کا سارا پانی نکال لینا۔ کسی کو بے عقل کرنا۔ بدمست کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 47۔

(افعال) اِنْزَافًا کنویں کا سارا پانی نکل جانا۔ بے عقل ہونا۔﴿ وَلَا يُنْزِفُوْنَ ﴾ (الواقعہ: 56/1575)''اور نہ وہ لوگ بدمست ہوں گے۔''

ترجمہ:

اِنَّهُمْ	كَانُوْٓا	اِذَا	قِيْلَ لَهُمْ	لَآ اِلٰهَ	اِلَّا اللّٰهُ
بیشک وہ لوگ	(ایسے) تھے	(کہ) جب کبھی	کہا جاتا تھا ان سے	کوئی الٰہ نہیں ہے	سوائے اللہ کے

يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۳۵﴾	وَيَقُوْلُوْنَ	اَئِنَّا	لَتَارِكُوْٓا اٰلِهَتِنَا	لِشَاعِرٍ مَّجْنُوْنٍ ﴿۳۶﴾
تو وہ تکبر کرتے تھے	اور کہتے تھے	کیا (بھلا) ہم	کہیں اپنے الٰہوں کو چھوڑنے والے ہیں	ایک مجنون شاعر کے لئے

بَلْ جَآءَ	بِالْحَقِّ	وَصَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۳۷﴾	اِنَّكُمْ	لَذَآئِقُوا الْعَذَابِ الْاَلِيْمِ ﴿۳۸﴾
بلکہ (جبکہ) وہ آئے	حق کے ساتھ	اور انہوں نے تصدیق کی رسولوں کی	بیشک تم لوگ	دردناک عذاب کو ضرور چکھنے والے ہو

وَمَا تُجْزَوْنَ	اِلَّا مَا	كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۳۹﴾	اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۴۰﴾
اور تم کو بدلہ نہیں دیا جائے گا	سوائے اس کے جو	تم لوگ کرتے تھے	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

اُولٰٓئِكَ	لَهُمْ	رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۴۱﴾	فَوَاكِهُ	وَهُمْ	مُّكْرَمُوْنَ ﴿۴۲﴾
وہ لوگ ہیں	جن کے لئے	ایک معلوم رزق ہے	جو پھل ہیں	اور وہ لوگ ہی	عزت دیئے ہوئے ہوں گے

فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۴۳﴾	عَلٰى سُرُرٍ	مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۴﴾	يُطَافُ عَلَيْهِمْ
تروتازگی کے باغات میں	تختوں پر	ایک دوسرے کے آمنے سامنے	گردش میں لایا جائے گا ان پر

بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ﴿۴۵﴾	بَيْضَآءَ	لَذَّةٍ	لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۴۶﴾
ایسے جاری پانی میں کا جام جو	سفید ہوگا	لذت ہوگا	پینے والوں کے لئے

لَا فِيْهَا	غَوْلٌ	وَّلَا هُمْ عَنْهَا	يُنْزَفُوْنَ ﴿۴۷﴾	وَعِنْدَهُمْ
نہیں ہوگی اس میں	کوئی سرگرانی	اور نہ وہ اس سے	بدمست کئے جائیں گے	اور ان کے پاس ہوں گی

قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ	عِيْنٌ ﴿۴۸﴾	كَاَنَّهُنَّ	بَيْضٌ مَّكْنُوْنٌ ﴿۴۹﴾
آنکھ کی پلک نیچے رکھنے والیاں	بڑی آنکھوں والیاں	جیسے کہ وہ ہیں	محفوظ کئے ہوئے انڈے

نوٹ۔1

لفظ ''فَوَاكِهُ'' کے ذریعہ قرآن نے جنت کے رزق کی خود تفسیر فرمادی ہے کہ وہ رزق میووں پر مشتمل ہوگا۔ عربی میں فَاكِهَةٌ ہر اس چیز کو کہتے ہیں جو بھوک کی ضرورت رفع کرنے کے لئے نہیں بلکہ لذت حاصل کرنے کے لئے کھائی جائے۔ اردو میں اس کا ترجمہ ''میوہ'' اس لئے کردیا جاتا ہے کہ میوہ بھی لذت حاصل کرنے کے لئے کھایا جاتا ہے۔ ورنہ درحقیقت فَاكِهَةٌ کا مفہوم میوے کے مفہوم سے زیادہ عام ہے۔ امام رازیؒ نے اسی لفظ سے یہ نکتہ نکالا ہے کہ جنت میں جتنی غذائیں دی جائیں گی وہ سب لذت بخشنے کے لئے دی جائیں گے، بھوک کی حاجت رفع کرنے کے لئے نہیں۔ اس لئے کہ جنت میں انسان کو کسی چیز کی حاجت نہیں ہوگی۔ وہاں اسے اپنی زندگی برقرار رکھنے کے لئے یا حفظان صحت کے لئے کسی بھی غذا کی ضرورت نہیں ہوگی اور جنت کی تمام نعمتوں کا مقصد لذت عطا کرنا ہوگا۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (50 تا 61)

ترجمہ:

فَاَقْبَلَ	بَعْضُهُمْ عَلٰى	بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ﴿٥٠﴾	قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ
پھر سامنے آئے گا	ان کا کوئی کسی کے	ایک دوسرے سے پوچھتے ہوئے	کہے گا ایک کہنے والا ان میں سے

اِنِّیْ	كَانَ لِیْ قَرِيْنٌ ﴿٥١﴾	يَّقُوْلُ	اَئِنَّكَ	لَمِنَ الْمُصَدِّقِيْنَ ﴿٥٢﴾
بیشک	میرا ایک ساتھی تھا	وہ کہا کرتا تھا	کیا بیشک (واقعی) تو	ضرور تصدیق کرنے والوں میں سے ہے

ءَاِذَا مِتْنَا	وَكُنَّا تُرَابًا	وَّعِظَامًا	ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ﴿٥٣﴾	قَالَ هَلْ اَنْتُمْ
کیا جب ہم مرجائیں گے	اور ہوجائیں گے مٹی	اور ہڈیاں	تو کیا بیشک ہم ضرور حساب لئے جانے والے ہیں	اس نے کہا کیا تم لوگ

مُّطَّلِعُوْنَ ﴿٥٤﴾	فَاطَّلَعَ	فَرَاٰهُ	فِیْ سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ﴿٥٥﴾	قَالَ تَاللّٰهِ
جھانکنے والے ہو	پھر اس نے جھانکا	تو اس نے دیکھا اس کو	دوزخ کے بیچ میں	اس نے کہا اللہ کی قسم

اِنْ	كِدْتَّ	لَتُرْدِيْنِ ﴿٥٦﴾	وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّیْ	لَكُنْتُ	مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿٥٧﴾
یقیناً	قریب تھا کہ تو	ضرور گڑھے میں گرا دیتا مجھ کو	اور اگر نہ ہوتی میرے رب کی نعمت	تو میں ضرور ہوتا	حاضر کئے ہوؤں میں سے

اَفَمَا نَحْنُ	بِمَيِّتِيْنَ ﴿٥٨﴾	اِلَّا مَوْتَتَنَا الْاُوْلٰى	وَمَا نَحْنُ	بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿٥٩﴾
تو کیا (اب) ہم لوگ	مردہ نہیں ہونگے	سوائے ہماری پہلی موت کے	اور ہم لوگ	عذاب دیئے ہوئے نہیں ہیں

اِنَّ هٰذَا	لَهُوَ	الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٠﴾	لِمِثْلِ هٰذَا	فَلْيَعْمَلِ	الْعٰمِلُوْنَ ﴿٦١﴾
بیشک یہ	یقیناً یہی	شاندار کامیابی ہے	اس کی جیسی کے لئے	چاہیے کہ عمل کریں	عمل کرنے والے

نوٹ۔1

آیات۔51۔57۔ میں دو اشخاص کا ذکر کرنے سے قرآن کا حاصل منشاء لوگوں کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ وہ اپنے حلقہ احباب کا جائزہ لے کر یہ دیکھیں کہ اس میں کوئی ایسا شخص تو نہیں ہے جو نہیں کشاں کشاں دوزخ کی طرف لے جا رہا ہو۔ بری صحبت سے جو تباہی آسکتی ہے اس کا صحیح اندازہ آخرت ہی میں ہوگا اور اس وقت تباہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہ ہوگا۔ اس لئے دنیا میں تعلقات دیکھ بھال کر قائم کرنے چاہئیں۔ بسا اوقات کسی نافرمان شخص سے تعلقات قائم کرنے کے بعد انسان غیر محسوس طریقے پر اس کے افکار و نظریات اور طرز زندگی سے متاثر ہوتا چلا جاتا ہے اور یہ چیز آخرت کے انجام کے لئے خطرناک ہوتی ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (62 تا 74)

ز ق م

(ن) زَقْمًا لقمہ نگلنا تھوہر کھانا۔

زَقُّوْمٌ تھوہر کا درخت۔ دوزخ کے ایک درخت کا نام، زیر مطالعہ آیت۔62۔

ش و ب

1575

(ن) شَوْبًا — ایک چیز میں دوسری چیز ملانا۔ خلط ملط کرنا۔

شَوْبٌ — وہ چیز جو کسی چیز میں ملائی جائے۔ ملاوٹ، زیر مطالعہ آیت۔ 67

ترجمہ:

اَذٰلِكَ خَيْرٌ	نُّزُلًا	اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ﴿٦٢﴾	اِنَّا جَعَلْنٰهَا
کیا یہ بہتر ہے	بطور ابتدائی مہمان نوازی کے	یا تھوہر کا درخت	بیشک ہم نے بنایا اس کو

فِتْنَةً	لِّلظّٰلِمِيْنَ ﴿٦٣﴾	اِنَّهَا شَجَرَةٌ	تَخْرُجُ	فِيْٓ اَصْلِ الْجَحِيْمِ ﴿٦٤﴾
ایک آفت	ظالموں کے لئے	بیشک وہ ایک ایسا درخت ہے جو	نکلتا ہے	دوزخ کی بنیاد میں

طَلْعُهَا	كَاَنَّهٗ	رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ ﴿٦٥﴾	فَاِنَّهُمْ	لَاٰكِلُوْنَ	مِنْهَا
اس کا خوشہ	جیسے کہ وہ ہے	شیطانوں کے سر	تو وہ لوگ	یقیناً کھانے والے ہیں	اس میں سے
فَمَالِئُوْنَ	مِنْهَا	الْبُطُوْنَ ﴿٦٦﴾	ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ	عَلَيْهَا	لَشَوْبًا
پھر بھرنے والے ہیں	اس سے	پیٹوں کو	پھر بیشک ان کے لئے	اس پر	یقیناً آمیزش ہوگی

مِّنْ حَمِيْمٍ ﴿٦٧﴾	ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ	لَاِلَى الْجَحِيْمِ ﴿٦٨﴾	اِنَّهُمْ اَلْفَوْا	اٰبَآءَهُمْ
کسی گرم (پانی) سے	پھر بیشک ان کا لوٹنا	یقیناً دوزخ کی طرف ہے	بیشک انہوں نے پایا	اپنے باپ دادا کو

ضَآلِّيْنَ ﴿٦٩﴾	فَهُمْ عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ	يُهْرَعُوْنَ ﴿٧٠﴾	وَلَقَدْ ضَلَّ
گمراہ ہونے والے	پھر وہ ان کے نقوش قدم پر	بے سدھ دوڑائے جاتے ہیں	اور بیشک گمراہ ہو چکے
قَبْلَهُمْ	اَكْثَرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿٧١﴾	وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا	فِيْهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ﴿٧٢﴾
ان سے پہلے	اگلوں کے اکثر	اور بیشک ہم بھیج چکے	ان میں خبردار کرنے والے

فَانْظُرْ	كَيْفَ كَانَ	عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿٧٣﴾	اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٧٤﴾
تو آپ دیکھیں	کیسا تھا	خبردار کئے جانے والوں کا انجام	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

نوٹ۔1

کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہو کہ شیطان کا سر کس نے دیکھا ہے جو زقوم کے شگوفوں کو اس سے تشبیہ دی گئی۔ دراصل یہ تخیلی نوعیت کی تشبیہ ہے اور عام طور پر ہر زبان کے ادب میں اس سے کام لیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک عورت کی انتہائی خوبصورتی کا تصور دلانے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ تو پری ہے۔ اور انتہائی بدصورتی بیان کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ وہ تو چڑیل ہے یا بھتنی ہے۔ کسی کی نورانی شکل کی تعریف میں کہا جاتا ہے کہ وہ فرشتہ صورت ہے۔ (تفہیم القرآن)

رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ کی تشبیہ نہایت بلیغ ہے۔ بعض مرتبہ تشبیہ کسی خیالی چیز کی دی جاتی ہے لیکن وہ مرئی و شاہد چیزوں سے زیادہ ذہنوں کے قریب ہوتی ہے۔ مثلاً آپ کسی پراگندہ حال اور پراگندہ حال شخص کو کہیں کیا بھوت کی سی شکل بنا رکھی ہے۔ بھوت اگرچہ ایک خیالی چیز ہے لیکن اس کا ایک تصور ہر شخص کے ذہن میں موجود ہے۔ اس وجہ سے یہ تشبیہ اس شخص کو جس خوبی کے ساتھ مصور کرے گی

کوئی دوسری تشبیہہ مشکل ہی سے کر سکے گی۔ اسی طرح یہاں زقوم کے پتوں کو شیاطین کے سروں سے تشبیہہ دی ہے ہر چند یہ ایک خیالی تشبیہہ ہے لیکن ذہنوں میں شیاطین کا ایک خوفناک تصور موجود ہے۔ اس وجہ سے اس کو سن کر دل پر ایک 1575 کپکپی طاری ہوتی ہے۔
(تدبر قرآن)

آیت نمبر (75 تا 98)

س ق م

(ن۔ك) سَقْمًا بیمار ہونا۔

سَقِيْمٌ فَعِيْلٌ کے وزن پر صفت ہے۔ بیمار۔ زیر مطالعہ آیت۔ 89

ر و غ

(ن) رَوْغًا (1) بچ بچ کر چلنا۔ چپکے سے کسی طرف مائل ہونا۔ اس کے لئے عموماً اِلٰی کا صلہ آتا ہے۔ آیت زیر مطالعہ۔ 91

ز ف ف

(ض) زَفًّا تیز دوڑنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 94

ترجمہ:

وَلَقَدْ نَادٰىنَا	نُوْحٌ	فَلَنِعْمَ	الْمُجِيْبُوْنَ ۝۷۵	وَنَجَّيْنٰهُ
اور بیشک پکار چکے ہم کو	نوحؑ	تو یقیناً کیا ہی اچھے ہیں (ہم)	قبول کرنے والے	اور ہم نے نجات دی اُن کو

وَاَهْلَهٗ	مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۝۷۶	وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ	هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝۷۷
اور انکے گھر والوں کو	اس بڑے دکھ سے	اور ہم نے بنایا ان کی اولاد کو	ہی باقی رہنے والے
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ	فِي الْاٰخِرِيْنَ ۝۷۸	سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ	فِي الْعٰلَمِيْنَ ۝۷۹
اور ہم نے چھوڑی ان کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثناء)	سلام ہے نوحؑ پر	تمام جہانوں میں
اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ۝۸۰	اِنَّهٗ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۱
بیشک اسی طرح ہم جزاء دیتے ہیں	خوب کاروں کو	بیشک وہ ہیں	ہمارے مومن بندوں میں سے
ثُمَّ اَغْرَقْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ۝۸۲	وَاِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ	لَاِبْرٰهِيْمَ ۝۸۳
پھر ہم نے غرق کیا	دوسروں کو	اور بیشک ان کے گروہ میں سے	ہی ابراہیمؑ ہیں

اِذْ جَآءَ	رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۝۸۴	اِذْ قَالَ	لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ	مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ۝۸۵
جب وہ آئے اپنے رب کے پاس	قلبِ سلیم کے ساتھ	جب انہوں نے کہا	اپنے والد اور اپنی قوم سے	تم لوگ کس کی بندگی کرتے ہو

اَئِفْكًا	اٰلِهَةً	دُوْنَ اللّٰهِ	تُرِيْدُوْنَ ۝۸۶	فَمَا ظَنُّكُمْ	بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۸۷
ایک گھڑے ہوئے جھوٹ کے لئے	کچھ الٰہ	اللہ کے علاوہ	تم لوگ چاہتے ہو	تو تم لوگوں کا کیا گمان ہے	تمام جہانوں کے پروردگار کے بارے میں

فَنَظَرَ	نَظْرَةً	فِي النُّجُومِ ﴿٨٨﴾	فَقَالَ	إِنِّي سَقِيمٌ ﴿٨٩﴾	1575 فَتَوَلَّوْا عَنْهُ
پھرانہوں نے دیکھا	ایک نظر	ستاروں میں	پھرانہوں نے کہا	بیشک میں بیمار ہوں	توان لوگوں نے منہ موڑا ان سے

مُدْبِرِينَ ﴿٩٠﴾	فَرَاغَ	إِلَىٰ آلِهَتِهِمْ	فَقَالَ	أَلَا تَأْكُلُونَ ﴿٩١﴾	مَا لَكُمْ
پیٹھ دینے والے ہوتے ہوئے	پھر وہ چپکے سے آئے	ان کے خداؤں کی طرف	پھر کہا	کیا تم لوگ کھاتے نہیں	تم لوگوں کو کیا ہے

لَا تَنْطِقُونَ ﴿٩٢﴾	فَرَاغَ عَلَيْهِمْ	ضَرْبًا	بِالْيَمِينِ ﴿٩٣﴾	فَأَقْبَلُوا
بولتے نہیں ہو	پھر وہ ٹوٹ پڑے ان پر	مارتے ہوئے	داہنے ہاتھ سے	تو وہ لوگ سامنے آئے

إِلَيْهِ	يَزِفُّونَ ﴿٩٤﴾	قَالَ	أَتَعْبُدُونَ	مَا	تَنْحِتُونَ ﴿٩٥﴾
ان (ابراہیمؑ) کی طرف	بھاگتے ہوئے	انہوں نے کہا	کیا تم لوگ بندگی کرتے ہو	اس کی جس کو	تم لوگ (خود) تراشتے ہو

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ	وَمَا تَعْمَلُونَ ﴿٩٦﴾	قَالُوا	ابْنُوا	لَهُ	بُنْيَانًا
حالانکہ اللہ نے پیدا کیا تم کو	اور اس کو جو تم لوگ کرتے ہو	ان لوگوں نے کہا	تم لوگ تعمیر کرو	اس کے لئے	ایک عمارت

فَأَلْقُوهُ	فِي الْجَحِيمِ ﴿٩٧﴾	فَأَرَادُوا	بِهِ	كَيْدًا	فَجَعَلْنَاهُمُ	الْأَسْفَلِينَ ﴿٩٨﴾
پھر ڈال دو اس کو	آگ کے ڈھیر میں	پھرانہوں نے ارادہ کیا	ان کے بارے میں	ایک چالبازی کا	تو ہم نے کر دیا ان لوگوں کو	پست ترین

نوٹ۔1

اکثر مفسرین کے نزدیک آیت۔۷۷۔کا مطلب یہ ہے کہ طوفان نوحؑ کے بعد ساری دنیا کی نسل حضرت نوحؑ ہی کے تین بیٹوں سام، حام اور یافث سے چلی۔ جو لوگ حضرت نوحؑ کی کشتی میں سوار ہو کر طوفان سے بچ گئے تھے ان میں سے کسی اور سے کوئی نسل نہیں چلی۔ اس کی تائید بعض احادیث سے بھی ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سام اہل عرب کا باپ ہے، حام اہل حبشہ کا باپ ہے اور یافث اہل روم کا۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

آیت۔78۔ میں حضرت نوحؑ کی دعوت کی کامیابی کی طرف اشارہ ہے کہ ان کے دشمنوں کی مخالفت کے علی الرغم اللہ تعالیٰ نے ان کی دعوت کو فروغ دیا۔ ان کے بعد ان ہی کی دعوت کو آگے بڑھانے والے انبیاء اور علماء پیدا ہوئے۔ حضرت نوحؑ کے بعد سب سے زیادہ جلیل القدر نبی و رسول حضرت ابراہیمؑ ہیں۔ جس ملت کے داعی حضرت نوحؑ تھے اسی ملت کے داعی بن کر حضرت ابراہیمؑ اٹھے۔ (تدبر قرآن سے ماخوذ)

حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیمؑ کے درمیان میں جو عہد گزرا اس میں صرف دو نبی ہوئے۔ ایک حضرت ہودؑ اور دوسرے حضرت صالحؑ۔ (تفسیر نعیمی)

نوٹ۔3

یہ تو ایک طے شدہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاند، سورج اور ستاروں میں کچھ ایسی خاصیتیں رکھی ہیں جو انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ ان میں سے بعض خصوصیات ایسی ہیں جن کا ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے۔ مثلاً سورج کے قرب و بعد سے گرمی اور سردی کا پیدا ہونا۔ چاند کے اتار چڑھاؤ سے سمندر میں مدوجزر وغیرہ۔ اب بعض حضرات کا کہنا یہ ہے کہ ان ستاروں کو خصوصیات صرف اتنی ہی ہیں جتنی عام مشاہدہ سے معلوم ہوتی ہیں۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ ان کے علاوہ بھی ستاروں کی گردش کے کچھ ایسے خواص ہوتے ہیں جو انسان کی زندگی کے اکثر معاملات پر اثر ڈالتے ہیں۔ پھر بعض لوگ تو ان ستاروں ہی کو کامیابیوں اور ناکامیوں کے معاملہ میں موثر حقیقی مانتے ہیں۔ بلاشبہ ان کا خیال غلط اور باطل ہے اور یہ عقیدہ انسان کو شرک کی حد تک پہنچا دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس

1575

عقیدے کی سخت تردید فرمائی ہے جس کی تصریح احادیث میں موجود ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ موثر حقیقی تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، مگر اس نے ستاروں کو ایسے خواص عطا کر دیئے ہیں اس لئے دنیا کے دوسرے اسباب کی طرح وہ بھی انسان کی کامیابیوں اور ناکامیوں کا ایک سبب ہوتے ہیں۔ جس طرح بارش برسانے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے، لیکن اس کا ظاہری سبب بادل ہیں۔ اسی طرح تمام کامیابیوں اور ناکامیوں کا اصل سرچشمہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی ہے لیکن یہ ستارے ان کا سبب بن جاتے ہیں۔ یہ خیال شرک نہیں ہے اور قرآن وحدیث سے اس خیال کی نہ تصدیق ہوتی ہے اور نہ تردید۔ لہٰذا یہ کچھ بعید نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ستاروں کی گردش اور انکے طلوع وغروب میں کچھ ایسے اثرات رکھے ہوں لیکن ان اثرات کی جستجو کرنے کے لئے علم نجوم کی تحصیل۔ اس علم پر اعتماد اور اس کی بنا پر مستقبل کے بارے میں فیصلہ کرنا بہر حال ممنوع اور ناجائز ہے اور احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ ایک حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جب تقدیر کا ذکر چھڑ جائے تو رک جاؤ (یعنی اس میں زیادہ غور وخوض اور بحث ومباحثہ نہ کرو) اور جب ستاروں کا ذکر چھڑے تو رک جاؤ۔ حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے کہ ستاروں کے علم سے اتنا علم حاصل کرو جس کے ذریعہ تم خشکی اور سمندر میں راستے جان سکو اس کے بعد رک جاؤ۔ اس ممانعت سے تاروں کے خواص وآثار کا انکار لازم نہیں آتا۔ لیکن ان خواص وآثار کے پیچھے پڑنے اور ان کی جستجو کرنے کو منع کیا گیا ہے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں اس پر مفصل بحث کرتے ہوئے اس ممانعت کی متعدد حکمتیں بتائی ہیں۔ پہلی حکمت تو یہ ہے کہ جب اس علم میں انسان کا انہماک بڑھتا ہے تو تجربہ یہ ہے کہ وہ رفتہ رفتہ ستاروں کو ہی سب کچھ سمجھ بیٹھتا ہے اور یہ چیز اسے کشاں کشاں مشرکانہ عقیدے کی طرف لے جاتی ہے۔ دوسری حکمت یہ ہے کہ اگر ستاروں میں اللہ تعالیٰ نے کچھ خواص وآثار رکھے بھی ہیں تو ان کے یقینی علم کا ہمارے پاس سوائے وحی کے کوئی راستہ نہیں ہے۔ حضرت ادریسؑ کے بارے میں احادیث میں آیا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کا کوئی علم عطا فرمایا تھا لیکن اب وہ علم جس کی بنیاد وحی الٰہی پر تھی دنیا سے مٹ چکا ہے۔ اب علم نجوم کے ماہرین کے پاس جو کچھ ہے وہ محض قیاسات، اندازے اور تخمینے ہیں، جن سے کوئی یقینی علم حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ نجومیوں کی بے شمار پیشنگوئیاں آئے دن غلط ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ جن بڑے بڑے لوگوں نے اس علم کی تحصیل میں اپنی عمریں کھپائی ہیں وہ آخر میں یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ اس علم کا انجام قیاس وتخمین سے آگے کچھ نہیں۔ اور اس میں غلطیوں کے بے حساب احتمالات ہوتے ہیں۔ لیکن ہوتا یہ ہے کہ جو لوگ اس علم کی تحصیل میں لگتے ہیں وہ اسے بالکل قطعی اور یقینی علم کا درجہ دے بیٹھتے ہیں۔ اسی کی بناء پر مستقبل کے فیصلے کرتے ہیں اور بعض اوقات علم غیب کے دعوے کرنے لگتے ہیں۔ تیسری حکمت یہ ہے کہ یہ عمرِ عزیز کو ایک بے فائدہ کام میں صرف کرنے کے مترادف ہے جب اس سے یقینی طور پر کوئی نتیجہ حاصل نہیں کیا جا سکتا تو یہ دنیا کے کاموں میں مددگار ثابت نہیں ہو سکتا اور ایک بے فائدہ چیز کے پیچھے پڑنا اسلامی شریعت کی روح اور مزاج کے بالکل خلاف ہے۔ اس لئے یہ ممنوع ہے۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر 99 تا 113

ق س م

(ن) تَلَّا پچھاڑنا۔ لٹا دینا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 103۔

ترکیب

(آیت 113) وَبٰرَكْنَا عَلَيْهِ میں عَلَيْهِ کی ضمیر کو حضرت ابراہیمؑ کے لئے بھی مانا جا سکتا تھا اور ان کے پہلے بیٹے حضرت اسمٰعیل کے لئے بھی۔ گرامر کے لحاظ سے دونوں کی گنجائش موجود تھی لیکن آگے مِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا میں هُمَا کو ضمیر نے واضح کر دیا کہ عَلَيْهِ کی ضمیر حضرت اسمٰعیل کے لئے ہے۔ یہ اگر حضرت ابراہیمؑ کے لئے ہوتی تو پھر مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ آتا۔

ترجمہ:

وَقَالَ	اِنِّيْ ذَاهِبٌ	اِلٰى رَبِّيْ	سَيَهْدِيْنِ ۝٩٩	رَبِّ
اور انہوں نے کہا	کہ میں جانے والا ہوں	اپنے رب کی طرف	وہ رہنمائی کرے گا میری	اے میرے رب
هَبْ لِيْ	مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٠٠	فَبَشَّرْنٰهُ	بِغُلٰمٍ حَلِيْمٍ ۝١٠١	فَلَمَّا
تو بخش دے مجھ کو	نیکوں میں سے	تو ہم نے خوشخبری دی ان کو	ایک بردبار لڑکے کی	پھر جب

بَلَغَ	مَعَهُ	السَّعْيَ	قَالَ	يٰبُنَيَّ	اِنِّيْٓ اَرٰى	فِي الْمَنَامِ
وہ (لڑکا) پہنچا	ان کے ساتھ	دوڑنے کو	تو انہوں نے کہا	اے میرے بچے	میں دیکھتا ہوں	سونے کے وقت میں

اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ	فَانْظُرْ	مَاذَا تَرٰى ؕ	قَالَ	يٰٓاَبَتِ	افْعَلْ
کہ میں ذبح کرتا ہوں تجھ کو	پس تو دیکھ	تیری کیا رائے ہے	اس (لڑکے) نے کہا	اے میرے والد	آپ کریئے

مَا	تُؤْمَرُ	سَتَجِدُنِيْٓ	اِنْ شَآءَ اللّٰهُ	مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۝١٠٢
وہ جس کا	آپ کو حکم دیا جاتا ہے	آپ پائیں گے مجھ کو	اگر چاہا اللہ نے	ثابت قدم رہنے والوں میں سے

فَلَمَّآ	اَسْلَمَا	وَتَلَّهٗ	لِلْجَبِيْنِ ۚ ۝١٠٣	وَنَادَيْنٰهُ	اَنْ يّٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۙ ۝١٠٤
پھر جب	وہ دونوں فرمانبردار ہوئے	اور انہوں نے لٹا دیا اس (لڑکے) کو	پیشانی کے بل	اور ہم نے پکارا ان کو	کہ اے ابراہیمؑ

قَدْ صَدَّقْتَ	الرُّءْيَا ۚ	اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٠٥	اِنَّ هٰذَا
آپ سچ کر چکے	خواب کو	بیشک ہم اس طرح جزا دیتے ہیں	خوبکاروں کو	بیشک یہ

لَهُوَ	الْبَلٰٓؤُا الْمُبِيْنُ ۝١٠٦	وَفَدَيْنٰهُ	بِذِبْحٍ عَظِيْمٍ ۝١٠٧
یقیناً یہی	صریح آزمائش تھی	اور ہم نے مشکل میں سے نکالا ان کو	ایک عظیم ذبیحہ کے بدلے
وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ	فِي الْاٰخِرِيْنَ ۖ ۝١٠٨	سَلٰمٌ عَلٰٓي اِبْرٰهِيْمَ ۝١٠٩	كَذٰلِكَ نَجْزِي
اور ہم نے چھوڑی ان کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثنا)	سلام ہے ابراہیمؑ پر	اسی طرح ہم جزا دیتے ہیں
الْمُحْسِنِيْنَ ۝١١٠	اِنَّهٗ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ۝١١١	وَبَشَّرْنٰهُ
خوب کاروں کو	بیشک وہ ہیں	ہمارے ایمان لانے والے بندوں میں سے	اور ہم نے بشارت دی ان کو

بِاِسْحٰقَ	نَبِيًّا	مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١١٢	وَ وَبٰرَكْنَا	عَلَيْهِ
اسحاقؑ کی	نبی ہوتے ہوئے	نیک لوگوں میں سے	اور ہم نے برکت دی	اس لڑکے (اسمٰعیلؑ) پر

وَعَلٰٓى اِسۡحٰقَ ؕ	وَمِنۡ ذُرِّيَّتِهِمَا	مُحۡسِنٌ	وَّظَالِمٌ لِّنَفۡسِهٖ مُبِيۡنٌ ﴿۱۱۳﴾ ع 1575
اور اسحاقؑ پر	اور ان دونوں کی اولاد سے	کوئی نیکی کرنے والا ہے	اور اپنے آپ پر کوئی صریح ظلم کرنے والا ہے

نوٹ ۔1

آیات ۔100 ۔101 ۔ میں ہے کہ اپنے وطن سے ہجرت کرتے وقت حضرت ابراہیمؑ نے ایک صالح بیٹے کی دعا کی تھی اور اس کے جواب میں اللہ نے ان کو ایک غلام حلیم کی بشارت دی جبکہ قرآن مجید میں جہاں حضرت اسحٰقؑ کی بشارت دی گئی ہے وہاں ان کے لئے غلام علیم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ دو صاحبزادوں کی دو نمایاں صفات الگ الگ تھیں۔ آیات زیر مطالعہ سے یہ بات واضح ہے کہ غلام حلیم یعنی اسمٰعیل جب دوڑنے کے قابل ہو گئے تب ابراہیمؑ کو خواب میں انہیں ذبح کرنے کا حکم دیا گیا۔ پھر جب ابراہیمؑ اس امتحان میں کامیاب ہو گئے تب ان کو ایک اور بیٹے اسحاقؑ کے پیدا ہونے کی بشارت دی گئی۔ واقعات کی یہ ترتیب قطعی طور پر فیصلہ کر دیتی ہے کہ جن صاحبزادے کو ذبح کرنے کا حکم دیا تھا وہ حضرت اسحاقؑ نہ تھے بلکہ حضرت اسمٰعیلؑ تھے جو ان سے کئی برس پہلے پیدا ہو چکے تھے۔ (تفہیم القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (115 تا 138)

ترجمہ:

وَلَقَدۡ مَنَنَّا	عَلٰى مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ﴿۱۱۴﴾ ج	وَنَجَّيۡنٰهُمَا
اور بیشک ہم احسان کر چکے	موسیٰؑ اور ہارونؑ پر	اور ہم نے نجات دی ان دونوں کو
وَقَوۡمَهُمَا	مِنَ الۡكَرۡبِ الۡعَظِيۡمِ ﴿۱۱۵﴾ ج	وَنَصَرۡنٰهُمۡ
اور ان دونوں کی قوم کو	اس بڑے دکھ سے	اور ہم نے نصرت دی ان لوگوں کو
فَكَانُوۡا هُمُ الۡغٰلِبِيۡنَ ﴿۱۱۶﴾ ج	وَاٰتَيۡنٰهُمَا	الۡكِتٰبَ الۡمُسۡتَبِيۡنَ ﴿۱۱۷﴾ ج
تو وہ لوگ ہی ہوئے غالب	اور ہم نے دی ان دونوں کو	وہ واضح ہو جانے والی کتاب

وَهَدَيۡنٰهُمَا	الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ﴿۱۱۸﴾ ج	وَتَرَكۡنَا عَلَيۡهِمَا	فِى الۡاٰخِرِيۡنَ ﴿۱۱۹﴾ لا
اور ہم نے ہدایت دی ان دونوں کو	اس سیدھے راستے کی	اور ہم نے چھوڑی ان دونوں کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثنا)
سَلٰمٌ عَلٰى مُوۡسٰى وَهٰرُوۡنَ ﴿۱۲۰﴾	اِنَّا كَذٰلِكَ نَجۡزِى	الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۲۱﴾	اِنَّهُمَا
سلام ہے موسیٰؑ اور ہارونؑ پر	بیشک ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں	خوب کاروں کو	بیشک وہ دونوں

مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۲۲﴾	وَاِنَّ اِلۡيَاسَ	لَمِنَ الۡمُرۡسَلِيۡنَ ﴿۱۲۳﴾ ط
ہمارے ایمان لانے والے بندوں میں سے ہیں	اور بیشک الیاسؑ	یقیناً بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے ہیں

اِذۡ قَالَ لِقَوۡمِهٖۤ	اَلَا تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾	اَتَدۡعُوۡنَ	بَعۡلًا	وَّتَذَرُوۡنَ
جب انہوں نے کہا اپنی قوم سے	کیا تم لوگ تقویٰ اختیار نہیں کرو گے	کیا تم لوگ پکارتے ہو	بعل (بت) کو	اور چھوڑتے ہو

اَحۡسَنَ الۡخٰلِقِيۡنَ ﴿۱۲۵﴾ لا	اللّٰهَ	رَبَّكُمۡ	وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الۡاَوَّلِيۡنَ ﴿۱۲۶﴾
تخلیق کرنے والوں کے بہترین کو	جو اللہ ہے	جو تم لوگوں کا رب ہے	اور تمہارے پہلے آباؤ اجداد کا رب ہے

فَكَذَّبُوْهُ	فَاِنَّهُمْ	لَمُحْضَرُوْنَ ۙ﴿۱۲۷﴾	1575 اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۲۸﴾
تو ان لوگوں نے جھٹلایا ان کو	تو بیشک وہ لوگ	یقیناً حاضر کئے جانے والے ہیں	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ	فِي الْاٰخِرِيْنَ ۙ﴿۱۲۹﴾	سَلٰمٌ عَلٰٓى اِلْ يَاسِيْنَ ﴿۱۳۰﴾
اور ہم نے چھوڑی ان کے لئے	آخری لوگوں میں (ان کی ثنا)	سلام ہے الیاسؑ پر

اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي	الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۳۱﴾	اِنَّهٗ	مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾
ہم اسی طرح جزا دیتے ہیں	خوب کاروں کو	بیشک وہ ہیں	ہمارے ایمان لانے والے بندوں میں سے

وَاِنَّ لُوْطًا	لَّمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ط	اِذْ نَجَّيْنٰهُ	وَاَهْلَهٗٓ
اور بیشک لوطؑ	یقیناً بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے ہیں	جب ہم نے نجات دی ان کو	اور ان کے گھر والوں کو

اَجْمَعِيْنَ ۙ﴿۱۳۴﴾	اِلَّا عَجُوْزًا	فِي الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۳۵﴾	ثُمَّ دَمَّرْنَا	الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۶﴾
سب کو	سوائے ایک بڑھیا کے	پیچھے رہ جانے والوں میں	پھر ہم نے ہلاک کیا	دوسروں کو

وَاِنَّكُمْ	لَتَمُرُّوْنَ	عَلَيْهِمْ	مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾	وَبِالَّيْلِ ط	اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۳۸﴾ع
اور بیشک تم لوگ	یقیناً گزرتے ہو	ان پر سے	صبح کرتے ہوئے	اور رات کو	تو کیا تم لوگ عقل سے کام نہیں لیتے

نوٹ۔1

قرآن کریم میں حضرت الیاسؑ کا ذکر صرف دو مقامات پر آیا ہے۔ سورہ انعام کی آیت۔85۔ میں تو صرف انبیاء علیہم السلام کی فہرست میں آپ کا اسم گرامی شمار کر دیا گیا ہے اور کوئی واقعہ مذکورہ نہیں ہے۔ البتہ یہاں نہایت اختصار کے ساتھ آپ کی دعوت و تبلیغ کا واقعہ بیان کیا گیا ہے۔ چونکہ قرآن کریم میں حضرت الیاسؑ کے حالات تفصیل سے مذکورہ نہیں ہیں اور نہ احادیث میں آپؑ کے حالات آئے ہیں، اس لئے آپ کے بارے میں کتب تفسیر میں مختلف اقوال ملتے ہیں جن میں سے بیشتر بنی اسرائیل کی روایات سے ماخوذ ہیں۔ لیکن تاریخی اور اسرائیلی روایات اس بات پر تقریباً متفق ہیں کہ آپ بنی اسرائیل کی طرف اس زمانے میں مبعوث ہوئے جب حضرت سلیمانؑ کے جانشینوں کی بدکاری کی وجہ سے بنی اسرائیل کی سلطنت دو حصوں میں بٹ گئی تھی۔ ایک حصہ یہوداہ اور دوسرا حصہ اسرائیل کہلاتا تھا۔ اسرائیل کے بادشاہ کی بیوی بعل نامی ایک بت کی پرستار تھی۔ اس کے کہنے پر بادشاہ نے اسرائیل میں بعل کے نام پر ایک بڑی قربان گاہ تعمیر کر کے تمام بنو اسرائیل کو بت پرستی کے راستہ پر لگا دیا۔ حضرت الیاسؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ وہ اس خطہ میں جا کر توحید کی تعلیم دیں اور اسرائیلیوں کو بت پرستی سے روکیں۔ (معارف القرآن سے ماخوذ)

آیت نمبر (139 تا 160)

ء ب ق

(ض) اَبْقًا غلام کا آقا کے پاس سے بھاگ جانا۔ زیر مطالعہ آیت۔140۔

س ھ م

(ف) سُهُوْمًا قرعہ اندازی میں غالب آنا۔

(مفاعلہ) مُسَاهَمَةً قرعہ اندازی کرنا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 141۔

ل ق م

(س) لَقْمًا جلدی جلدی کھانا

(افتعال) اِلْتِقَامًا کسی چیز کونگل لینا۔ زیر مطالعہ آیت۔ 142۔

ترجمہ:

وَاِنَّ يُوْنُسَ	لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۱۳۹	اِذْ اَبَقَ	اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۱۴۰
اور بیشک یونسؑ	یقیناً بھیجے ہوؤں میں سے ہیں	جب وہ چل دیئے	اس بھری ہوئی کشتی کی طرف

فَسَاهَمَ	فَكَانَ	مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۱۴۱	فَالْتَقَمَهُ	الْحُوْتُ	وَهُوَ
پھر قرعہ اندازی کی	تو وہ تھے	پھسلائے جانے والوں میں سے	پھر نگل لیا ان کو	مچھلی نے	اس حال میں کہ وہ

مُلِيْمٌ ۱۴۲	فَلَوْلَآ	اَنَّهٗ كَانَ	مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۱۴۳	لَلَبِثَ
اس کے پیٹ میں	لوگوں کو اٹھائے جانے کے دن تک	پھر ہم نے پھینک دیا ان کو	کھلے میدان میں	اس حال میں کہ وہ بیمار تھے

فِيْ بَطْنِهٖٓ	اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۱۴۴	فَنَبَذْنٰهُ	بِالْعَرَآءِ	وَهُوَ سَقِيْمٌ ۱۴۵
اور ہم نے اگایا ان پر	ایک پودا	کدوں کی بیل میں سے	اور ہم نے بھیجا ان کو	ایک لاکھ (لوگوں) کی طرف
وَاَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ	شَجَرَةً	مِّنْ يَّقْطِيْنٍ ۱۴۶	وَاَرْسَلْنٰهُ	اِلٰى مِائَةِ اَلْفٍ
اور ہم نے اگایا ان پر	ایک پودا	کدو کی بیل میں سے	اور ہم نے بھیجا ان کو	ایک لاکھ (لوگوں) کی طرف

اَوْ يَزِيْدُوْنَ ۱۴۷	فَاٰمَنُوْا	فَمَتَّعْنٰهُمْ	اِلٰى حِيْنٍ ۱۴۸
یا وہ لوگ کچھ زیادہ ہوں گے	پھر وہ لوگ ایمان لائے	تو ہم نے برتنے کا سامان دیا ان لوگوں کو	ایک وقت تک

فَاسْتَفْتِهِمْ	اَلِرَبِّكَ الْبَنَاتُ	وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ۱۴۹	اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ
تو آپؐ ان لوگوں سے پوچھیں	کیا آپؐ کے رب کے لئے بیٹیاں ہیں	اور ان کے لئے بیٹے ہیں	یا ہم نے پیدا کیا فرشتوں کو

اِنَاثًا	وَّهُمْ	شٰهِدُوْنَ ۱۵۰	اَلَآ	اِنَّهُمْ	مِّنْ اِفْكِهِمْ	لَيَقُوْلُوْنَ ۱۵۱
مونث ہوتے ہوئے	اس حال میں کہ وہ لوگ	موقعہ پر موجود تھے	خبردار!	بیشک یہ لوگ	اپنے گھڑے ہوئے جھوٹ سے	یقیناً کہتے ہیں (کہ)

وَلَدَ اللّٰهُ	وَاِنَّهُمْ	لَكٰذِبُوْنَ ۱۵۲	اَصْطَفَى الْبَنَاتِ	عَلَى الْبَنِيْنَ ۱۵۳
بچہ ہوا اللہ کے ہاں	اور بیشک یہ لوگ	یقیناً جھوٹ کہنے والے ہیں	کیا اس نے ترجیح دیا بیٹیوں کو	بیٹوں پر

مَا لَكُمْ	كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۱۵۴	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۱۵۵	اَمْ لَكُمْ
تمہیں کیا ہوا ہے	کیسا تم لوگ حکم لگاتے ہو	تو کیا تم لوگ نصیحت نہیں پکڑو گے	یا تمہارے لئے
سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ۱۵۶	فَاْتُوْا بِكِتٰبِكُمْ	اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۱۵۷	وَجَعَلُوْا
کوئی واضح دلیل ہے	تو تم لوگ لاؤ اپنی کتاب	اگر تم لوگ سچ کہنے والے	اور ان لوگوں نے بنایا

بَيْنَهٗ	وَبَيْنَ الْجِنَّةِ	نَسَبًا ؕ	وَلَقَدْ عَلِمَتِ	الْجِنَّةُ	اِنَّهُمْ	1575 لَمُحْضَرُوْنَ ۙ﴿۱۵۸﴾
اس کے (اللہ کے درمیان	اور جنوں کے درمیان	ایک رشتہ داری	اور بیشک جان چکے ہیں	جن لوگ	کہ وہ لوگ	یقیناً حاضر کئے جانے والے ہیں

سُبْحٰنَ اللّٰهِ	عَمَّا	يَصِفُوْنَ ۙ﴿۱۵۹﴾	اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۱۶۰﴾
اللہ کی پاکیزگی ہے	اس سے جو	یہ لوگ بتاتے ہیں	مگر ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے

نوٹ۔1

قرعہ اندازی اس وقت کی گئی جب کشتی طوفان میں گھر گئی اور وزن کی زیادتی سے اس کے ڈوبنے کا اندیشہ ہو گیا اور طے یہ پایا کہ وزن کم کرنے کے لئے ایک شخص کو دریا میں پھینک دیا جائے۔ قرعہ یہ متعین کرنے کے لئے ڈالا گیا کہ وہ شخص کون ہو۔ یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قرعہ اندازی کے ذریعہ نہ کسی کو مجرم قرار دیا جا سکتا ہے اور نہ کسی کا حق ثابت کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً قرعہ کے ذریعے کسی کو چور ثابت نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر دو آدمیوں میں یہ اختلاف ہو کہ فلاں جائیداد کس کی ملکیت ہے تو قرعہ کے ذریعہ اس کا فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں قرعہ اندازی اس موقع پر جائز بلکہ بہتر ہے جہاں ایک شخص کو اختیار حاصل ہو کہ وہ چند جائز راستوں میں سے کسی بھی راستے کو اختیار کر لے، اب وہ اپنی مرضی سے کوئی راستہ متعین کرنے کے بجائے قرعہ ڈال کر فیصلہ کرے۔ حضرت یونسؑ کے واقعہ میں بھی قرعہ اندازی سے کسی کو مجرم ثابت کرنا مقصود نہیں تھا۔ بلکہ پوری کشتی کو بچانے کے لئے کسی کو بھی دریا میں ڈالا جا سکتا تھا۔ قرعہ کے ذریعہ فیصلہ کیا گیا کہ کس کو ڈالا جائے۔ (معارف القرآن)

نوٹ۔2

بہت سے عقلیت کے مدعی حضرات یہ کہتے سنے جاتے ہیں کہ مچھلی کے پیٹ میں جا کر کسی انسان کا زندہ نکل آنا غیر ممکن ہے۔ لیکن اس نام نہاد عقلیت کے گڑھ (انگلستان) کے ساحل کے قریب ایک واقعہ پیش آ چکا ہے جو اس دعوے کی تردید کرتا ہے۔ اگست 1891ء میں Stare of the east نامی ایک جہاز میں کچھ مچھیرے وہیل مچھلی کے شکار کے لئے گہرے سمندر میں گئے۔ وہاں انہوں نے ایک بہت بڑی مچھلی کو جو بیس فٹ لمبی، پانچ فٹ چوڑی اور ایک سوٹن وزنی تھی، سخت زخمی کر دیا۔ مگر اس سے جنگ کرتے ہوئے جیمز بارٹلے نامی ایک مچھیرے کو اس کے ساتھیوں کی آنکھوں کے سامنے مچھلی نے نگل لیا۔ دوسرے روز وہی مچھلی اس جہاز کے لوگوں کو مری ہوئی مل گئی۔ انہوں نے بمشکل اسے جہاز پر چڑھایا۔ پھر طویل جدوجہد کے بعد جب اس کا پیٹ چاک کیا گیا تو جیمز بارٹلے اس کے اندر سے زندہ برآمد ہو گیا۔ یہ شخص مچھلی کے پیٹ میں پورے ساٹھ گھنٹے رہا۔ (اردو ڈائجسٹ، فروری 1964ء) غور کرنے کی بات ہے کہ اگر معمولی حالات میں فطری طور پر ایسا ہونا ممکن ہے تو غیر معمولی حالات میں اللہ تعالیٰ کے معجزے کے طور پر ایسا ہونا کیوں غیر ممکن ہے۔ (تفہیم القرآن)

نوٹ۔3

آیت۔147۔ میں یہ اشکال ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے۔ اس کو شک کے اظہار کی کیا ضرورت ہے کہ ایک لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ آدمی تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ عام لوگوں کی مناسبت سے کہا گیا ہے۔ یعنی ایک عام آدمی انہیں دیکھتا تو یہ کہتا کہ ان کی تعداد ایک لاکھ یا اس سے کچھ اوپر ہے اور حضرت تھانویؒ نے فرمایا کہ یہاں شک کا اظہار مقصود ہی نہیں ہے۔ انہیں ایک لاکھ بھی کہا جا سکتا ہے اور اس سے زیادہ بھی۔ اور وہ اس طرح کہ اگر کسر (Fraction) کا لحاظ نہ کیا جائے تو ان کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ اور اگر کسر کو بھی شمار کیا جائے تو ایک لاکھ سے زیادہ۔ (معارف القرآن)

آیت نمبر (161 تا 182)

ح و س

X	x	فعل استعمال نہیں ہوتا۔
	سَاحَةٌ	آبادی میں کھلی جگہ۔ پلاٹ۔ پارک۔ میدان۔ آنگن۔ زیر مطالعہ آیت۔ ۱۷۷۔

ترجمہ:

فَاِنَّكُمْ	وَمَا	تَعْبُدُوْنَ ۙ﴿١٦١﴾	مَآ اَنْتُمْ	عَلَيْهِ	بِفٰتِنِيْنَ ۙ﴿١٦٢﴾
پس بیشک تم لوگ	اور وہ جس کی	تم لوگ بندگی کرتے ہو	تم لوگ	اس (باطل عقیدے) پر	پھیلانے والے نہیں ہو

اِلَّا مَنْ	هُوَ	صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿١٦٣﴾	وَمَا مِنَّآ	اِلَّا لَهٗ	مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿١٦٤﴾
مگر اس کو جو ہے (کہ)	وہ	بھڑکتی آگ کو سینکنے والے	اور (فرشتے کہتے ہیں) ہم میں سے نہیں ہے (کوئی)	مگر اس کے لئے	ایک معلوم مقام ہے

وَّاِنَّا	لَنَحْنُ	الصَّآفُّوْنَ ﴿١٦٥﴾	وَاِنَّا	لَنَحْنُ	الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿١٦٦﴾
اور یہ کہ	یقیناً ہم لوگ	صف باندھنے والے ہیں	اور یہ کہ	یقیناً ہم لوگ	تسبیح کرنے والے ہیں

وَاِنْ	كَانُوْا لَيَقُوْلُوْنَ ۙ﴿١٦٧﴾	لَوْ اَنَّ	عِنْدَنَا	ذِكْرًا	مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۙ﴿١٦٨﴾
اور بیشک	یہ (کافر) لوگ یقیناً کہا کرتے تھے	اگر یہ کہ	ہمارے پاس	کوئی نصیحت ہوتی	اگلے لوگوں سے

لَكُنَّا	عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿١٦٩﴾	فَكَفَرُوْا بِهٖ	فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٧٠﴾
تو ہم یقیناً ہوتے	ملاوٹ سے پاک کئے ہوئے اللہ کے بندے	پھر (بھی) انہوں نے انکار کیا اس (قرآن) کا	تو عنقریب یہ لوگ جان لیں گے

وَلَقَدْ سَبَقَتْ	كَلِمَتُنَا	لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٧١﴾	اِنَّهُمْ	لَهُمُ
اور بیشک پہلے طے ہو چکا	ہمارا فرمان	ہمارے بھیجے ہوئے بندوں کے لئے	یہ کہ	یقیناً یہ لوگ

الْمَنْصُوْرُوْنَ ﴿١٧٢﴾	وَاِنَّ جُنْدَنَا	لَهُمُ	الْغٰلِبُوْنَ ﴿١٧٣﴾	فَتَوَلَّ عَنْهُمْ
نصرت دیئے ہوئے ہیں	اور بیشک ہمارا لشکر	یقیناً وہ	غالب ہونے والے ہیں	تو آپ رخ پھیر لیں ان سے

حَتّٰى حِيْنٍ ۙ﴿١٧٤﴾	وَّاَبْصِرْهُمْ	فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٥﴾	اَفَبِعَذَابِنَا
ایک وقت تک	اور آپ دیکھتے رہیں ان کو	تو عنقریب وہ دیکھ لیں گے	تو کیا ہمارے عذاب کی

يَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿١٧٦﴾	فَاِذَا	نَزَلَ	بِسَاحَتِهِمْ	فَسَآءَ	صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿١٧٧﴾
یہ لوگ جلدی مچاتے ہیں	پھر جب	وہ نازل ہوگا	ان کے آنگن پر	تو بری ہوگی	خبردار کئے جانے والوں کی صبح

وَتَوَلَّ عَنْهُمْ	حَتّٰى حِيْنٍ ۙ﴿١٧٨﴾	وَّاَبْصِرْ	فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ﴿١٧٩﴾
اور آپ رخ پھیر لیں ان سے	ایک وقت تک	اور آپ دیکھتے رہیں	تو عنقریب وہ دیکھ لیں گے

سُبْحٰنَ رَبِّكَ	رَبِّ الْعِزَّةِ	عَمَّا	يَصِفُوْنَ ﴿١٨٠﴾	وَسَلٰمٌ
آپ کے رب کی پاکیزگی ہے	جو ساری عزت کا مالک ہے	اس سے جو	یہ لوگ بتاتے ہیں	اور سلام ہے

عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۸۱﴾ ج	وَالْحَمْدُ	لِلّٰهِ	رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۸۲﴾ ع 1575
بھیجے ہوؤں (رسولوں) پر	اور تمام شکر و سپاس	اللہ کے لئے ہے	جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے والا ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

سورۃ صٓ (38)

آیت نمبر (1 تا 14)

ل و ت

(ن) لَوْتًا — پوچھے بغیر خبر دینا۔

لَاتَ حِيْنَ — یہ موقعہ نہیں۔ یہ وقت نہیں۔ زیر مطالعہ آیت۔ 3۔(لات زیادہ تر لائے نفئ جنس کی طرح استعمال ہوتا ہے)

ن و ص

(ن) نَوْصًا — بچنا۔ بھاگنا۔

مَنَاصٌ — اسم الظرف ہے۔ بھاگنے کی جگہ۔ پناہ گاہ۔ زیر مطالعہ آیت۔3۔

و ت د

(ض) وَتْدًا — میخ گاڑنا

وَتْدٌ — ج اَوْتَادٌ۔ اسم ذات ہے۔ میخ۔ زیر مطالعہ آیت۔12۔

ترجمہ:

صٓ	وَالْقُرْاٰنِ	ذِي الذِّكْرِ ﴿۱﴾ ط	بَلِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا	فِيْ عِزَّةٍ وَّشِقَاقٍ ﴿۲﴾
۔	قسم ہے اس قرآن کی	جو نصیحت والا ہے	بلکہ وہ لوگ جنہوں نے انکار کیا	گھمنڈ اور مخالفت میں ہیں
كَمْ اَهْلَكْنَا	مِنْ قَبْلِهِمْ	مِّنْ قَرْنٍ	فَنَادَوْا	وَّ
ہم نے کتنی ہی ہلاک کیں	ان لوگوں سے پہلے	جماعتوں میں سے	تو ان لوگوں نے پکارا	حالانکہ

لَاتَ حِيْنَ مَنَاصٍ ﴿۳﴾	وَعَجِبُوْٓا	اَنْ جَآءَهُمْ	مُّنْذِرٌ	مِّنْهُمْ ز
پناہ گاہ (تلاش کرنے) کا کوئی بھی وقت نہیں تھا	اور وہ حیرت زدہ ہوئے	کہ آیا ان کے پاس	ایک خبردار کرنے والا	ان میں سے

وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ	هٰذَا سٰحِرٌ	كَذَّابٌ ﴿۴﴾ ج	اَجَعَلَ	الْاٰلِهَةَ
اور کہا انکار کرنے والوں نے	یہ ایک جادو کرنے والا ہے	انتہائی جھوٹا ہے	کیا اس نے بنالیا	سارے خداؤں کو
اِلٰهًا وَّاحِدًا ج	اِنَّ هٰذَا	لَشَيْءٌ عُجَابٌ ﴿۵﴾	وَانْطَلَقَ	الْمَلَاُ مِنْهُمْ
ایک تنہا اللہ	بیشک یہ	یقیناً ایک انتہائی حیران کن چیز ہے	اور چل پڑے	سردار لوگ ان میں سے

أَنِ امْشُوْا	وَاصْبِرُوْا	عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ	اِنَّ هٰذَا	1575 لَشَيْءٌ
کہ تم لوگ چلتے رہو (اپنے طریقہ پر)	اور تم لوگ ثابت قدم رہو	اپنے خداؤں پر	بیشک یہ	یقیناً ایک ایسی چیز ہے

يُّرَادُ ۝6	مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا	فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ	اِنْ هٰذَآ	اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۝7
جس کی خواہش کی گئی ہے	ہم نے نہیں سنا اس کو	(اپنے سے پہلوں کی) آخری ملت میں	نہیں ہے یہ	مگر جھوٹ گھڑنا

ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ	الذِّكْرُ	مِنْۢ بَيْنِنَا ۭ	بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ	مِّنْ ذِكْرِيْ ۚ
کیا اتارا گیا اس پر	اس نصیحت کو	ہمارے درمیان سے	بلکہ یہ لوگ شک میں ہیں	میری نصیحت سے

بَلْ لَّمَّا يَذُوْقُوْا	عَذَابِ ۝8	اَمْ عِنْدَهُمْ	خَزَاۗىِٕنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ	الْعَزِيْزِ
بلکہ انہوں نے ابھی تک نہیں چکھا	میرے عذاب کو	کیا ان کے پاس	آپؐ کے رب کی رحمت کے خزانے ہیں	جو بالا دست ہے

الْوَهَّابِ ۝9	اَمْ لَهُمْ	مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	وَمَا بَيْنَهُمَا ۣ
بار بار بخشش کرنے والا ہے	یا ان کے لئے	آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے	اور اس کی جو ان دونوں کے درمیان ہے

فَلْيَرْتَقُوْا	فِي الْاَسْبَابِ ۝10	جُنْدٌ مَّا	هُنَالِكَ	مَهْزُوْمٌ
تو انہیں چاہئے کہ چڑھیں	رسیوں میں	کوئی بھی لشکر ہو	وہیں	شکست دیا جانے والا ہے

مِّنَ الْاَحْزَابِ ۝11	كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ	قَوْمُ نُوْحٍ	وَّعَادٌ
مضبوط جتھوں میں سے	جھٹلایا ان سے پہلے	نوحؑ کی قوم نے	اور عاد نے

وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ ۝12	وَثَمُوْدُ	وَقَوْمُ لُوْطٍ	وَّاَصْحٰبُ لْــــَٔـيْكَةِ ۭ
اور میخوں والے فرعون نے	اور ثمود نے	اور لوطؑ کی قوم نے	اور گھنے درخت والوں نے

اُولٰۗىِٕكَ	الْاَحْزَابُ ۝13	اِنْ كُلٌّ	اِلَّا	كَذَّبَ	الرُّسُلَ	فَحَقَّ	عِقَابِ ۝14
یہ ہیں	وہ مضبوط جتھے	نہیں ہیں یہ سب	مگر یہ کہ	انہوں نے جھٹلایا	رسولوں کو	تو ثابت ہوا	میرا سزا دینا

نوٹ۔1

فرعون کے لئے میخوں والا یا تو اس معنی میں استعمال کیا گیا کہ اس کی سلطنت ایسی مضبوط تھی گویا میخ زمین میں ٹھکی ہوئی ہو۔ یا اس بنا پر کہ اس کے کثیر التعداد لشکر جہاں ٹھہرتے تھے وہاں ہر طرف خیموں کی میخیں نظر آتی تھیں۔ یا اس بنا پر کہ وہ جس سے ناراض ہوتا تھا اسے میخیں ٹھونک کر عذاب دیا کرتا تھا۔ (تفہیم القرآن)

آیت نمبر (15 تا 22)

ق ط ط

(ن) قَطًّا قلم وغیرہ کو تراشنا۔

قِطٌّ (1) حساب کا رجسٹر۔ چارج شیٹ۔ (2) جزا و سزا کا حصہ۔ نصیب۔ زیر مطالعہ آیت۔16۔

ترجمہ:

وَمَا يَنْظُرُ	هٰٓؤُلَآءِ	اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً	مَّا لَهَا
اور راہ نہیں دیکھتے	یہ لوگ	مگر ایک چنگھاڑ کی	نہیں ہوگا جس میں

مِنْ فَوَاقٍ (15)	وَقَالُوْا	رَبَّنَا	عَجِّلْ	لَّنَا	قِطَّنَا
کوئی بھی وقفہ	اور یہ لوگ کہتے ہیں	اے ہمارے رب	تو جلدی کردے	ہمارے لئے	ہمارا حصہ
قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ (16)	اِصْبِرْ	عَلٰى مَا	يَقُوْلُوْنَ	وَاذْكُرْ	عَبْدَنَا دَاوٗدَ
حساب کے دن سے پہلے	آپ صبر کریں	اس پر جو	یہ لوگ کہتے ہیں	اور آپؐ یاد کریں	ہمارے بندے داؤدؑ کو

ذَا الْاَيْدِ ۚ	اِنَّهٗٓ	اَوَّابٌ (17)	اِنَّا سَخَّرْنَا	الْجِبَالَ
جو قوت والے تھے	بیشک وہ	بار بار رجوع کرنے والے تھے	بیشک ہم نے مطیع کیا	پہاڑوں کو

مَعَهٗ يُسَبِّحْنَ	بِالْعَشِيِّ وَالْاِشْرَاقِ ۙ (18)	وَالطَّيْرَ	مَحْشُوْرَةً ؕ
انؑ کے ساتھ وہ سب تسبیح کرتے تھے	شام اور صبح کو	اور پرندوں کو (مطیع کیا)	جمع کئے ہوئے

كُلٌّ	لَّهٗٓ	اَوَّابٌ (19)	وَشَدَدْنَا	مُلْكَهٗ	وَاٰتَيْنٰهُ
سب	اس (اللہ) کے لئے	بار بار رجوع کرنے والے تھے	اور ہم نے مضبوط کیا	ان کی سلطنت کو	اور ہم نے دی ان کو

الْحِكْمَةَ	وَفَصْلَ الْخِطَابِ (20)	وَهَلْ اَتٰىكَ	نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ
دانائی	اور بات کا فیصلہ کرنا	اور کیا پہنچی آپؐ کے پاس	مخالف فریقوں کی خبر

اِذْ تَسَوَّرُوا	الْمِحْرَابَ ۙ (21)	اِذْ دَخَلُوْا	عَلٰى دَاوٗدَ	فَفَزِعَ
جب انہوں نے پھلانگا	محراب کو	جب وہ داخل ہوئے	داؤد پر	تو وہ گھبرائے

مِنْهُمْ	قَالُوْا	لَا تَخَفْ ۚ	خَصْمٰنِ	بَغٰى	بَعْضُنَا	عَلٰى بَعْضٍ
ان سے	انہوں نے کہا	آپؐ خوف مت کریں	(ہم) دو فریق مخالف ہیں	زیادتی کی	ہمارے کسی نے	کسی پر

فَاحْكُمْ بَيْنَنَا	بِالْحَقِّ	وَلَا تُشْطِطْ	وَاهْدِنَآ	اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ (22)
تو آپؐ فیصلہ کریں ہمارے درمیان	حق کے ساتھ	اور آپؐ زیادتی مت کریں	اور آپؐ ہماری رہنمائی کریں	راستہ کے درمیان

نوٹ۔1

کفار کی تکذیب واستہزاء سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو صدمہ ہوتا اسے دور کرنے اور تسلی دینے کے لئے عموماً اللہ تعالیٰ نے پچھلے انبیاء علیہم السلام کے واقعات سنائے ہیں۔ چنانچہ یہاں بھی آپؐ کو صبر کی تلقین فرما کر بعض انبیاء علیہم السلام کے واقعات ذکر کئے گئے ہیں۔ جن میں پہلا واقعہ حضرت داؤدؑ کا ہے۔ (معارف القران)